Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

An informational, literary, educational, and training magazine of Ahmadiyya Muslim Community, USA

May-June 2014

The Ahmadiyya GAZETTE USA

Khilafat Edition

وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ
بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ
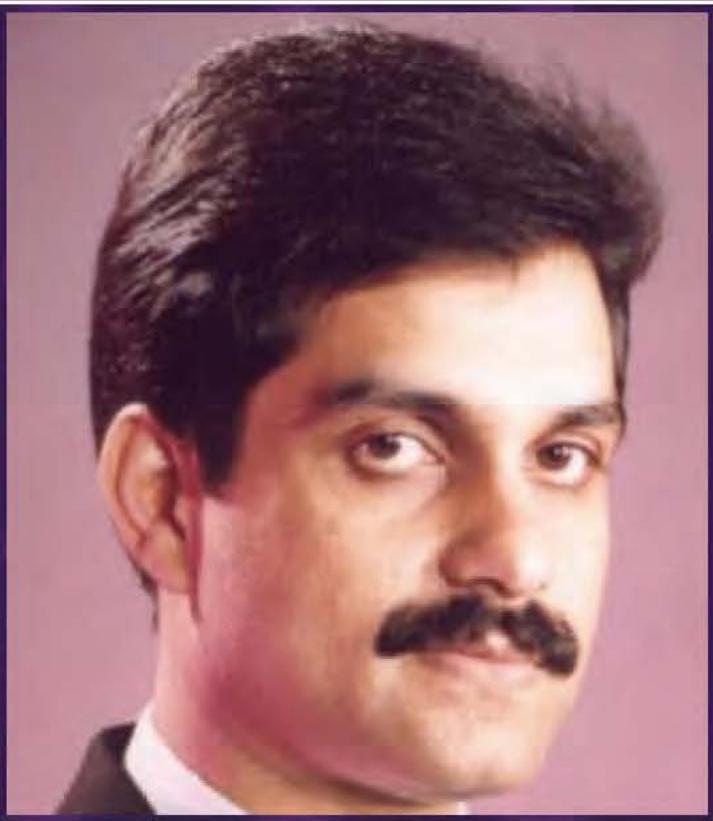
Dr. Mehdi Ali Qamar of Columbus, Ohio was martyred in Rabwah, Pakistan on May 26, 2014

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

Above: "Muhammad[saw]-Messenger of Peace" Program organized by Lehigh Valley chapter of the Ahmadiyya Muslim Community;

Bottom Right: Imam Shamshad Nasir, Missionary South-West Region, presenting a copy of "The Philosophy of the Teachings of Islam" to Honorable Ray Musser, Mayor of Upland, California;

Bottom Left: Members of Ahmadiyya Muslim Community from Baitul Hameed Mosque, Los Angeles, meeting with the Honorable Sarah Zamoro, the Mayor of City of Colton, California.
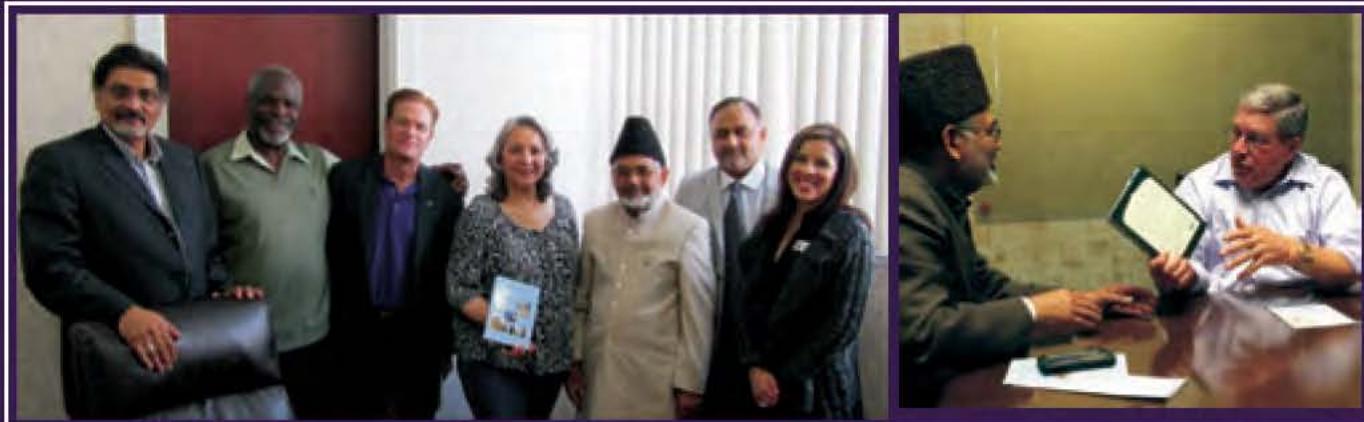
مئی ۔جون 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا○

(سورۃالنصر:4)

پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کر اور اُس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○

(سورۃالبقرۃ:35)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی خاطر سجدہ کرو تو وہ سب سجدہ ریز ہو گئے سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور استکبار سے کام لیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ {700 احکامِ خُداوندی صفحہ 75}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے
مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد
مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی
ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا
معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ (البقرة:31)

اور (اے انسان تو اس وقت کو یاد کر) جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا (کہ) مَیں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں (اس پر) انہوں نے کہا (کہ) کیا تو اس میں (ایک ایسا شخص) پیدا کرے گا۔ جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اور ہم (تو وہ ہیں جو) تیری حمد کے ساتھ (ساتھ تیری) تسبیح بھی کرتے ہیں اور تجھ میں سب بڑائیوں کے پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں (اس پر اللہ نے) فرمایا۔ میں یقیناً وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

آدم کو خلیفہ بنانے کے موقعہ پر جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ بھی درست تھا اور جو فرشتوں نے کہا وہ بھی درست تھا۔ صرف نقطہء نگاہ کا فرق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ان صلحاء پر تھی جو آدم کی نسل میں ظاہر ہونے والے تھے اور اس نظام کی خوبیوں پر تھی جو آدم اور اس کے اظلال کے ذریعہ سے دُنیا میں قائم ہونے والا تھا لیکن فرشتوں کی نظر ان بدکاروں پر تھی جو انسانی دماغ کی تکمیل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا مورد عتاب بننے والے تھے خدا تعالیٰ آدم کی پیدائش میں محمدی جلوہ کو دیکھ رہا تھا اور فرشتے بوجہلی صفات کے ظہور کو دیکھ کر لرزاں و ترساں تھے اور گو یہ درست ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے خلافت کے قیام سے سمجھا تھا درست تھا مگر ان کا یہ خوف کہ ایسا نظام دُنیا کے لئے لعنت کا موجب نہ ہو غلط تھا کیونکہ کسی نظام کی خوبی کا اس کے اچھے ثمرات سے اندازہ کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کمزوری دکھانے والوں کے ذریعے سے اگر کسی اچھے کام کو اس کے درمیانی خطرات کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کوئی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر بڑا کام اپنے ساتھ خطرات رکھتا ہے ملک کی حفاظت کی خاطر جو جنگ کی جاتی ہے اس میں ہزاروں لاکھوں آدمی مارے جاتے اور زخمی ہوتے ہیں۔ طالب علم علم کے سیکھنے میں جانیں ضائع کر دیتے ہیں مگر ان نقصانوں کی وجہ سے نہ ملک کی حفاظت ترک کی جاتی ہے اور نہ علم کا سیکھنا پس گو خلافت کے قیام سے انسانوں کا ایک حصہ موردِ سزا بننے والا تھا اور مفسد اور قاتل قرار پانے والا تھا مگر ایک دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کا محبوب بننے والا تھا۔ اور فرشتوں سے بھی اوپر جانے والا تھا وہ کامیاب ہونے والا حصہ ہی انسانی نظام کا موجب تھا اور اس حصہ پر نظر کر کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسانی نظام ناکام رہا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس اعلیٰ حصہ کا ایک ایک فرد اس قابل تھا کہ اسکی خاطر اس سارے نظام کو تیار کیا جاتا۔ اسی حکمت کو مدّنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے کامل بندوں سے فرمایا ہے کہ لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الدُّنۡیَا (ابن عساکر) اگر تو نہ ہوتا تو ہم دُنیا جہان کے نظام کو ہی پیدا نہ کرتے۔ یہ حدیث قدسی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہے بعض اور کامل وجودوں کو بھی اسی قسم کے الہام ہوئے ہیں پس یہ کامل لوگ اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہی حکمت کے مطابق تھا اور فرشتوں کا خدشہ اس کے مقابل پر کوئی وزن نہ رکھتا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 283-284)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ کے بعد میں آنے والے خلفاء کے حق میں آپؐ کی یہ دُعا بیان کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارۡحَمۡ خُلَفَآئِیَ الَّذِیۡنَ یَاۡتُوۡنَ مِنۡ بَعۡدِیَ الَّذِیۡنَ یَرۡوُوۡنَ اَحَادِیۡثِیۡ وَسُنَّتِیۡ وَیُعَلِّمُوۡنَھَا النَّاسَ۔

(جامع الصغیر علامہ سیوطی جز اول صفحہ60مطبوعہ بیروت)

اے اللہ! میرے ان خلفاء (جانشینوں) پر رحم فرما جو میرے بعد آئیں گے۔ میری احادیث اور سنت بیان کریں گے اور لوگوں کو اُس کی تعلیم دیں گے۔

حضرت عائشہؓ سے اُمّت کے نیک حکام کے حق میں رسول کریم ﷺ کی یہ دُعا روایت ہے:

اَللّٰھُمَّ مَنۡ وَّلِیَ مِنۡ اَمۡرِ اُمَّتِیۡ شَیۡئًا فَشَقَّ عَلَیۡھِمۡ فَاشۡقُقۡ عَلَیۡہِ، وَمَنۡ وَّلِیَ مِنۡ اَمۡرِ اُمَّتِیۡ شَیۡئًا فَرَفِقَ بِھِمۡ فَارۡفُقۡ بِہٖ۔

اے اللہ! جو شخص میری امت کے معاملات کا والی و حاکم ہو اور اُن پر سختی کرے تو تُو بھی اُس پر سختی کرنا اور جو شخص میری اُمت کا حاکم بنے اور اُن سے نرمی کا سلوک کرے تو تُو بھی اُس سے نرمی کا سلوک فرمانا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت قتادہؓ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی نئے چاند کی دُعا یہ ہوتی تھی:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیۡنَا بِالۡاَمۡنِ وَالۡاِیۡمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالۡاِسۡلَامِ رَبِّیۡ وَرَبُّکَ اللّٰہُ، ھِلَالُ خَیۡرٍ وَّرُشۡدٍ، ھِلَالُ خَیۡرٍ وَّرُشۡدٍ، ھِلَالُ خَیۡرٍ وَّرُشۡدٍ، اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَکَ۔

(ترمذی کتاب الدعوات و مستدرک حاکم کتاب الدعاء)

اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن وسلامتی اور ایمان و اسلام کے ساتھ طلوع فرما (اے چاند) میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ یہ چاند خیر و بھلائی کا چاند ہو، خیر و بھلائی کا ہو، خیر و بھلائی کا ہو، مَیں اُس اللہ پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا۔

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِلنَّاسِ فَلۡیُخَفِّفۡ فَاِنَّ فِیۡھِمُ الضَّعِیۡفَ وَالسَّقِیۡمَ وَالۡکَبِیۡرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِنَفۡسِہٖ فَلۡیُطَوِّلۡ مَاشَآءَ۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ما شاء)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں (ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے) اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو پھر جتنی لمبی چاہے پڑھے۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نُور دکھلا کے ترا سب کو کیا مُلزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقشِ ہستی تیری اُلفت سے مِٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا مَے خانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا
خُم کا خُم مُنہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چُھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جُھکایا ہم نے

دلبرا! مُجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مِٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تُجھ کو عجب نُور کا جلوہ دیکھا
نُور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''دیکھو! آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو، ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول میں یہ داخل ہے کہ گزشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اصول کے موافق خدا تعالیٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اس کو مان لیں اور اس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے لہٰذا ہمارا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور ان کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی۔ چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر ان کی امتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو ان باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں۔ یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالیٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اُس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے اور صدیوں اور زمانوں میں اس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے

سو اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بُردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رُو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔''

(روحانی خزائن جلد 13 کتاب البریّہ صفحہ 13،16-17)

خطبہ جمعہ

مئی کے مہینہ میں جماعت احمدیہ کے لئے ایک خاص دن ہے، یعنی 27 رمئی کا دن جو یومِ خلافت کے طور پر جماعت میں منایا جاتا ہے۔ 26 رمئی 1908ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے ایک دل ہلا دینے والا دن تھا، بہت سوں کے ایمانوں کو لرزا دینے والا دن تھا وہاں 27 رمئی کا دن جماعت احمدیہ کے لئے تسکین اور امن کا پیغام بن کر آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا تعالیٰ کے کئے گئے وعدے کے پورا ہونے کی خوشخبری لے کر آیا اور دشمن کو اُس کی آگ میں جلانے والا بن کر آیا

خلافتِ احمدیہ بھی اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں خلافتِ راشدہ کا تسلسل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دور کی خلافت کی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ایک مدت گزرنے کے بعد ختم ہونے کی اطلاع فرمائی تھی اور دوسرے دَور کی خلافت کی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ہمیشہ جاری رہنے کی خوشخبری عطا فرمائی۔

افرادِ جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہئے جیسا کہ مَیں نے کہا، تقویٰ پر چلنا، نمازوں کا قیام اور مالی قربانیوں میں بڑھنا اُنہیں خلافت کے فیض سے فیضیاب کرتا چلا جائے گا۔ پس اس کیلئے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ بھرپور کوشش کرے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 24 رمئی 2013ء بمطابق 24 رہجرت 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت النور۔ کیلگری (کینیڈا)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۚ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۚ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ○

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ط قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ج طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (النور:57-52)

یہ آیات سورۃ النور کی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مومنوں کا قول جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اور یہی ہیں جو مراد پا جانے والے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق عمل کرو، طاعت درمعروف کرو۔ یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو

اس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مئی کے مہینہ میں جماعت احمدیہ کے لئے ایک خاص دن ہے، یعنی 27 رمئی کا دن جو یومِ خلافت کے طور پر جماعت میں منایا جاتا ہے۔ گو ابھی تین دن باقی ہیں، لیکن اسی حوالے سے مَیں نے اپنا مضمون رکھا ہے۔ 26 رمئی 1908ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے ایک دل ہلا دینے والا دن تھا، بہت سوں کے ایمانوں کو لرزا دینے والا دن تھا۔ بعض طبیعتوں کو بے چین کر دینے والا دن تھا۔ دشمن کے لئے افرادِ جماعت کے دلوں کو اور جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا دن تھا۔ تاریخ احمدیت میں دشمنانِ احمدیت کی ایسی ایسی حرکات درج ہیں کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کوئی انسان اس حد تک بھی گر سکتا ہے جیسی حرکتیں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت کیں۔ کجا یہ کہ مسلمان کہلا کر اپنے آپ کو رحمت للعالمین کی طرف منسوب کر کے پھر ایسی حرکات کی جائیں۔ بہر حال ہر ایک اپنی فطرت کے مطابق اُس کا اظہار کرتا ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ کی بھی اپنی قدرت چلتی ہے۔ اُس کے وعدے پورے ہوتے ہیں۔ 27 رمئی کا دن جماعت احمدیہ کے لئے تسکین اور امن کا پیغام بن کر آیا۔ خدا تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدے کے پورا ہونے کی خوشخبری لے کر آیا اور دشمن کو اُس کی آگ میں جلانے والا بن کر آیا۔ اُس کی خوشیوں کو پامال کرنے کا دن بن کر آیا۔

پس جماعت احمدیہ کے لئے یہ دن کوئی عام دن نہیں ہے۔ اس دن کی بڑی اہمیت ہے۔ اور اس کی اہمیت اَور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو دیکھتے ہیں۔ اُمّت مُسلمہ کی اکثریت بڑی حسرت سے جماعت کی طرف دیکھتی ہے، بلکہ حسرت سے زیادہ حسد سے کہنا چاہئے دیکھتی ہے کہ ان میں خلافت قائم ہے اور اپنے میں یہ قائم کرنے کے لئے کئی دفعہ اپنی سی کوشش کر چکے ہیں اور کرتے رہتے ہیں لیکن ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم اور ہدایت کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود اور مہدی موعود کا ظہور ہوگا تو اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بَل گھسٹتے ہوئے بھی جانا پڑے تو اُس کے پاس جانا (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المهدی حدیث نمبر 4084) اور میرا اسلام کہنا۔

(مسند احمد بن حنبل مسند ابی هریرة جلد سوم صفحه 182 حدیث نمبر 7957 بیروت 1998ء)

پھر آپ نے نشانیاں بھی بتا دیں کہ وہ پوری ہو جائیں تو سمجھنا کہ دعویٰ کرنے والا سچا ہے۔ یہ نشانیاں آسمانی بھی ہیں اور زمینی بھی ہیں۔ کئی دفعہ جماعت کے سامنے بھی پیش ہوتی ہیں۔ افراد جماعت مخالفین کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی وضاحت مَیں نہیں کروں گا لیکن نہ ماننے والوں کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے دنیاوی مصلحتوں کی وجہ سے یا نام نہاد دینی علماء کے خوف سے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر کان نہ دھرنے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ دعویٰ کرنے والے کو قبول نہیں کیا بلکہ بعض سخت قسم کے مُلّاں شدید دشمنی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اُن کے خوف سے حکومتیں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کے خلاف نہایت گندی اور مکروہ قسم کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ انتہائی کریہہ قسم کے ان کے فعل ہوتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہوئے کہ زمانہ پکار پکار کر آنے والے کے وقت کا اعلان کر رہا ہے، خدا تعالیٰ نشان دکھا چکا ہے اور نشان دکھا رہا ہے۔ (پھر بھی) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کی مخالفت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر مخالفت کے بعد ایک نئے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن ڈھٹائی ایسی ہے کہ مخالفت چھوڑنا نہیں چاہتے۔ پس اس کو ان لوگوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا، اس دن کی اہمیت ہے اور اس کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک پیشگوئی میں فرما چکے ہیں۔ گو معین تاریخ کے ساتھ تو نہیں، لیکن آنے والے اپنے عاشقِ صادق اور مسیح موعود کی بعثت کا پہلے

اعلان فرما کر اور پھر خلافت کا ذکر فرما کر آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔ پس اس سے زیادہ کس چیز کی اہمیت ہوسکتی ہے جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اُٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، اس نعمت کو بھی اُٹھالے گا۔ پھر اُس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ پھر جب یہ دَور ختم ہوگا تو اُس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی اور یہ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔''

(مسند احمد بن حنبل جلد6صفحہ285حدیث النعمان بن بشیر، حدیث نمبر18596عالم الکتب بیروت لبنان1998)

پس پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے بارے میں فرمایا، پھر خلافتِ راشدہ کے قیام کا ذکر فرمایا جو منہاج نبوت پر (یعنی نبوت کے طریق پر) آگے بڑھتے چلے جانے والی ہوگی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ پہلی چار خلافتیں جو خلافتِ راشدہ کہلاتی ہیں، کس طرح دنیا کی جاہ وحشمت سے دُور اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو ہر آن سامنے رکھتے ہوئے خالصۃً لِلّٰہ امورِ خلافت سرانجام دیتی رہیں۔ پھر کس طرح حرف بہ حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات پوری ہوئی جس میں بعض دوروں میں کم ایذا رساں اور بعض میں زیادہ ایذا رساں بادشاہت مسلمانوں میں نظر آتی ہے۔ تو خلافتِ راشدہ کے بعد یہ بادشاہت قائم ہوئی۔ یہ بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہوئی۔ ظلم وجبر جو ہے وہ بھی تاریخ پڑھیں تو ہمیں ان بادشاہتوں میں دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ بادشاہت کا دین سے زیادہ دنیا کی طرف رجحان تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح ہمیشہ ہوتا آیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ ایک تاریک دَور کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور ظلم وستم کا دَور ختم ہوگا اور پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی اور اس کے بعد آپؐ خاموش ہوگئے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اس حدیث پر غور کرکے ہر انسان دیکھ سکتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بارے میں بھی آپ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ پھر کم ایذا رساں بادشاہت اور پھر اس کے بعد جابر بادشاہت کے بارے میں بھی آپ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ تو پھر اس کے آخری حصے کے بارے میں باوجود سب نشانیاں پوری ہوجانے اور باوجود خدا تعالیٰ کے بھی اس اعلان کے کہ

وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ الجمعۃ: 4)

اور آخرین میں سے بھی، یعنی آخرین میں ایک دوسری قوم میں بھی وہ اُسے بھیجے گا جو ابھی ان سے نہیں ملی۔ یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت کے سامان اللہ تعالیٰ پھر پیدا فرمائے گا۔ فرماتا ہے

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ(سورۃ الجمعۃ: 4)

اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے یہ فیصلہ فرمایا، جب اُس کی رحمت نے جوش مارا، تو اُس نے ملوکیت سے مسلمانوں کی رہائی کے سامان فرمائے اور ایسا کیا کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم فرمائے۔

پس ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جہاں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی، حدیث کی پیشگوئی کے پہلے حصے کی تصدیق کرتے ہیں، اُس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کو پورا ہوتا ہوا سمجھتے ہیں، وہاں ہم اُس کے آخری حصے پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر یقین کامل رکھتے ہیں کہ یہ بات پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان

اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ الجمعۃ: 4)

کہ آخرین میں سے بھی لوگ ہوں گے جو پہلوں سے ملنے والے ہیں، جو ابھی اُن سے ملے نہیں، اس پر ایمان رکھتے ہوئے زمانے کے حالات اور تمام نشانیوں کو ہم پورا ہوتا دیکھتے ہوئے آنے والے مسیح موعود اور مہدی موعود پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نَبِیُّ اللّٰہ'' کہہ کر فرمایا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ماجاء فی ذکر الدجال، حدیث نمبر7373)

پھر فرمایا میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں

(المعجم الصغیر للطبرانی جلد1صفحہ257 باب العین من اسمہ عیسیٰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1983ء)۔

پھر اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کی آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا قرار دیا۔ گویا آنے والا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر، آپ کے ظل کے طور پر مبعوث ہو کر نبوت کا مقام پائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ بھی فرمایا کہ آنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا، غیر عربوں میں سے ہوگا۔ ایمان کے غائب ہونے اور ثریا پر چلے جانے کی نشانی بھی بتا دی جس کو یہ تمام علماء تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اُس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا، مسلمانوں کی ایمانی حالت انتہائی کمزور تھی، گویا ایمان زمین سے اُٹھ گیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ وآخرین منھم ...... حدیث نمبر 4897)

پس یہ نشانی یا نشانوں کا پورا ہونا بھی دیکھتے ہیں اور یہ نشانوں کا پورا ہونا بتاتا ہے کہ آنے والا مسیح موعود یقیناً وقت پر آیا۔ یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الخلفاء ہونے کی حیثیت سے اُس خلافت کی انتہا تک پہنچے جو منہاج نبوت کا اعلیٰ ترین معیار تھا یا آپ اُس مقام پر فائز ہوئے جو منہاج نبوت کا اعلیٰ ترین معیار تھا۔ اور مسیح موعود ہونے کی حیثیت سے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہونے کی وجہ سے ظلّی نبی بھی بنے اور یوں خلافت کا جو نظام آپ کے ذریعے سے، آپ کے طریق پر آگے چلا وہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منہاج پر قائم ہے جس کا کام قرآنِ کریم کی شریعت کو مسلمانوں میں جاری کرنا۔ قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے حق ادا کرنے کی کوشش کرنا اور کروانا۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما بنا کر اس پر عمل کرنا اور جماعت کو اس کے مطابق تلقین کرنا اور عمل کروانا ہے۔

پس خلافتِ احمدیہ بھی اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں خلافتِ راشدہ کا تسلسل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دور کی خلافت کی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ایک مدت گزرنے کے بعد ختم ہونے کی اطلاع فرمائی تھی۔ اور دوسرے دَور کی خلافت کی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ہمیشہ جاری رہنے کی خوشخبری عطا فرمائی۔

لیکن کن لوگوں کو؟ یقیناً اُن لوگوں کو جو خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ عملِ صالح کرنے والے ہیں۔ عبادتوں میں بڑھنے والے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو جماعت احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں لیکن چونکہ خلافتِ احمدیہ سے جڑے رہنے کا حق ادا کرنے والے نہیں ہوتے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اُن کو جماعت سے باہر کروا دیتی ہے۔ دنیا داری کی خاطر وہ جماعت احمدیہ سے یا تو ویسے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں یا خود ہی علیحدگی کا اعلان کر دیتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ایسے لوگوں کے چلے جانے سے جماعت احمدیہ کی ترقی میں فرق پڑا؟ کبھی روک پڑی؟ ایک کے جانے سے اللہ تعالیٰ ایک جماعت مہیا فرما دیتا ہے۔ خشک ٹہنیاں کاٹی جاتی ہیں تو ہری اور سرسبز ٹہنیاں پہلے سے زیادہ پھوٹتی ہیں۔ پس چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خلافت کے نظام کو اب جاری رکھنا ہے، اس لئے اُس کی تراش خراش اور نگہداشت کا کام بھی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سب سے پیارے انسان اور نبی کی پیشگوئی کا پاس نہ کرے۔ یقیناً یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہوتی چلی جائے گی۔ گو بعض حالات ایسے آتے ہیں کہ مخالفین اور کمزور ایمان والے سمجھتے ہیں کہ اب ختم ہوئے کہ اب ختم ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کے تائیدی نشان اُس دَور سے جماعت کو نکال کر لے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا دل ہلا دینے والا دَور تو جماعت پر اُس وقت آیا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا، جیسا کہ مَیں نے کہا۔ دشمن خوش تھے اور احمدی پریشان۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر جماعت کو اس کے لئے پہلے سے تیار کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ میرا وقت قریب ہے، لیکن اس بات سے مایوس ہونے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے رسالہ الوصیت میں تحریر فرمایا اور یہی کہ پریشان نہ ہوں۔ اس میں جہاں اپنے اس دنیا سے رخصت ہونے کی خبر دی، وہاں جماعت کے روحانی، مالی اور انتظامی طریقے کار کو بھی واضح فرما دیا اور اُس کے قائم ہونے اور ہمیشہ رہنے کی خبر بھی دی۔ فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ میرے سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ جماعت کو ترقی دے گا کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جس کے ترقی کرنے اور جس میں خلافت قائم ہونے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

"خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اُتریں گی۔ کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اِس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ304-303)

فرمایا کہ:

"غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے" اللہ تعالیٰ "(1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔(2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں، تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے......" فرمایا "تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ305-304)

آپ فرماتے ہیں: "مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ305-306)

پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم گزشتہ ایک سو پانچ سال سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ جماعت پر مختلف دور آئے لیکن جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ترقی کی منزل پر نہایت تیزی سے آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ایک ملک میں دشمن ظلم و بربریت سے سختیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، ظلم و بربریت کرتا ہے تو دوسرے ملک میں اللہ تعالیٰ کامیابی کے حیرت انگیز راستے کھول دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ جس ملک میں تنگیاں پیدا کی جاتی ہیں، وہاں بھی افرادِ جماعت کے ایمانوں کو مضبوط فرماتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر جب مَیں اپنی ذات میں یہ دیکھتا ہوں میری تمام تر کمزوریوں کے باوجود کہ کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کو ترقی کی شاہراہوں پر دوڑاتا چلا جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین مزید کامل ہوتا ہے کہ یقیناً خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو جماعت کو آگے سے آگے لے جاتا چلا جا رہا ہے اور جس کو بھی خدا تعالیٰ خلیفہ بنائے گا، قطع نظر اس کے کہ اُس کی حالت کیا ہے اپنی تائیدات سے اُسے نوازتا چلا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

خلافتِ خامسہ کے قائم ہونے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی اس فعلی شہادت کا بھی اظہار فرمادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور آپ کے غلامِ صادق کی یہ بات کہ خلافت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دور میں دائمی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اور آئندہ بھی یہ نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری رہے گا، انشاءاللہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت سے فیض پانے والوں کی بعض نشانیاں بتائی ہیں۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے جو خلافت سے فیض پانے والوں کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب مومنوں کو فیصلوں کے لئے اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو اُن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ یہی ہیں جو کامیابیاں دیکھنے والے ہیں۔ پس یہاں صرف عبادتوں اور خالص دین کی باتوں کا ذکر نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی تفصیل ہے، وہاں حقوق العباد کی بھی تفصیل ہے، معاشرتی نظام کی بھی تفصیل ہے، حکومتی نظام کی بھی تفصیل ہے۔ قرآنِ کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ پس یہاں اُن لوگوں کے لئے بھی تنبیہ ہے جو اپنے دنیاوی معاملات اور جھگڑے، باوجود جماعت کے نظام کے جہاں جماعتی نظام میں یہ کوشش ہوتی ہے کہ شریعت اور قانون کو سامنے رکھ کر سلجھائے جائیں، نظامِ جماعت کے سامنے (لانے سے) انکار کرتے ہیں اور ملکی عدالت میں لے جاتے ہیں۔ خاص طور پر جو عائلی اور گھریلو میاں بیوی کے مسائل ہیں۔ اسی طرح بعض اور دوسرے معاملات بھی ہیں اور ایسے لوگوں کی بدنیتی کا اُس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ پہلے انکار کرتے ہیں کہ جماعت میں معاملہ لایا جائے۔ اور جب عدالت میں اُن کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے یا وہ کچھ نہ ملے جو وہ چاہتے ہیں تو پھر جماعت کے پاس آجاتے ہیں۔

یہی باتیں ہیں جو کسی کی کمزوریٔ ایمان کا اظہار کر رہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہی ہیں جو اپنے معاملات خدا اور اُس کے رسول کے فیصلوں کے مطابق طے کرتے ہیں اور نظامِ جماعت کوشش بھی کرتا ہے اور اُس کو چاہئے بھی کہ اُن کے فیصلے خدا اور اُس کے رسول کے فیصلوں کے مطابق ہوں۔

یہاں میں نظامِ جماعت کے اُس حصہ کو بھی تنبیہ کرنا چاہتا ہوں جو بعض اوقات گہرائی میں جا کر قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ بھی گنہگار ہوتے ہیں اور نظامِ جماعت اور خلافت سے کسی کو دور کرنے کی وجہ بھی بن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا ایک کام انصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا بھی رکھا ہے۔ آجکل جماعت میں اتنی وسعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو چکی ہے، جماعت اتنی وسعت اختیار کر چکی ہے کہ خلیفۂ وقت کا ہر جگہ پہنچنا اور ہر معاملے کو براہِ راست ہاتھ میں لینا ممکن نہیں ہے۔ اور جوں جوں جماعت کی انشاء اللہ ترقی ہوتی جائے گی اس میں مزید مشکل پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ تو جو کارکن اور عہدیدار مقرر کئے گئے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اور تقویٰ سے کام لیتے ہوئے فیصلہ نہیں کریں گے، اپنے کام سرانجام نہیں دیں گے تو وہ خلیفۂ وقت کو بھی بدنام کر رہے ہوں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے آگے خود بھی گنہگار بن رہے ہوں گے اور خلیفۂ وقت کو بھی گنہگار بنا رہے ہوں گے۔

پس خاص طور پر قاضی صاحبان اور ان عہدیداران اور امراء کو جن کے سپرد فیصلوں کی ذمہ داری بھی ہے، اُن کو انصاف پر قائم رہتے ہوئے خلافت کی مضبوطی کا باعث بننے کی بھی کوشش کرنی چاہئے اور مضبوطی کا باعث بنیں، ورنہ وہی لوگ ہیں جو بظاہر عہدیدار ہیں اور خلافت کے نظام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پس جہاں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو کامیاب فرمایا ہے جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کے ہو کر اُس کا تقویٰ اختیار کر کے کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں، نظامِ جماعت اور نظامِ خلافت کی مکمل اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہونے والے ہیں، وہاں مَیں اُن تمام عہدیداروں اور جن کے سپرد بھی فیصلہ (کرنے کا کام) ہے، اُن میں قاضی صاحبان بھی شامل ہیں، اُن کو بھی کہتا ہوں کہ آپ بھی خدا تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے حکم کے موافق کام کریں۔ ایسی بات نہ کریں جو آپ کو انصاف سے دُور لے جانے والی ہو، جو تقویٰ سے ہٹی ہوئی ہو۔ خلیفۂ وقت کی نمائندگی کا صحیح حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر نہیں تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ ضرور پکڑے جائیں گے اور جو دنیاوی کارروائی ہوگی وہ تو ہوگی، خدا تعالیٰ کی سزا کے بھی مورد بن سکتے ہیں۔

پس ہر عہدیدار کے لئے یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ عہدیدار بننا صرف عہدیدار بننا نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ ہے، اُس کے رسولؐ پر ایمان کا دعویٰ ہے، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کا دعویٰ ہے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا دعویٰ ہے تو پھر اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ہر حکم پر عمل کرو۔ زمانے کے امام نے جو تمہیں کہا ہے اُس پر عمل کرو۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو ہدایات دی جاتی ہیں اُن پر عمل کرو، ورنہ تمہارا قسمیں کھانا اور بلند بانگ دعوے کرنا کہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال جانتا ہے، اُسے پتہ ہے، اُس کے علم میں ہے کہ تم کہہ کیا رہے ہو اور کر کیا رہے ہو۔ ہم ہر اجتماع پر یہ عہد تو کرتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اُس کی پابندی کرنی ضروری سمجھیں گے لیکن بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی پابندی نہیں کرتے بلکہ قرآنِ کریم کے جو احکامات ہیں اُن کی بھی تعمیل کرنے کی، پابندی کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو کم از کم معیار ہیں اُن کو بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اب مَیں ایک مثال دیتا ہوں کہ یہاں آپ کا ویسٹ کوسٹ (West Coast) کا یہ جلسہ ہوا ہے اور بہت ساری باتیں ہوئی ہیں، شاید اور باتیں بھی سامنے آ جائیں لیکن بہر حال اس وقت عورتوں کی مثال میرے سامنے ہے کہ مَیں نے اُن کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہماری ہر عورت کا جو اس مغربی ملک میں رہتی ہے حیادار لباس ہونا چاہئے اور حجاب ہونا چاہئے، اپنے آپ کو ڈھانکنا چاہئے۔ یہ قرآنِ کریم کا حکم ہے۔ یہ کوئی معمولی حکم نہیں ہے۔ قرآنِ کریم نے خاص طور پر فرمایا ہے کہ اس پر عمل کریں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے دیکھا کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں تھی۔ بلکہ بعض عورتیں جن کو شاید لجنہ نے زبردستی نقاب پہنا دیئے تھے، وہ اپنے برقعے جو لجنہ کی طرف سے ملے تھے وہاں مسجد میں چھوڑ کر چلی گئیں اور صفائی کرنے والے اُن کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ بیشک اسلام نے حیا کا حکم عورت

اور مرد دونوں کو دیا ہے اور یہ دونوں کی بہتری کے لئے دیا گیا ہے۔لیکن عورت کو خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اپنا خیال رکھو کیونکہ مردوں کی نظریں بےلگام ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 104 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اس پر کسی کا کوئی خرچ نہیں ہے، کوئی محنت نہیں ہے لیکن چونکہ دنیاداری غالب ہے اس لئے اس طرف توجہ نہیں دیتے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم عمل کرو گے تو فلاح پانے والے ہو گے۔اگر نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسولؐ کا کام پیغام پہنچا دینا ہے، خدا تعالیٰ کے احکامات کو کھول کر بیان کر دینا ہے۔اگر عمل کرو گے تو ہدایت پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔بیعت کا حق ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔اگر نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔صرف اس بات پر خوش نہ ہو جاؤ کہ ہم احمدی ہو گئے یا احمدی گھر میں پیدا ہو گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں کہ ''میری بیعت کچھ فائدہ نہیں دے گی اگر اُس کے ساتھ عملِ صالح نہیں۔''

(ماخوذ از ملفوظات جلد4 صفحہ184 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر نماز ایک بنیادی حکم ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا مقصد بتایا ہے۔لیکن اس میں بھی ہمارے اچھے بھلے کارکن بھی سستی دکھا جاتے ہیں۔ بعض عہدیدار ہیں باہر کام کر رہے ہیں، جماعت میں بڑے ایکٹو (active) ہیں، یہاں آتے ہیں تو شاید بڑے خشوع وخضوع سے نماز بھی مسجد میں پڑھتے ہوں گے، لیکن اُن کی بیویاں بتا دیتی ہیں کہ یہ جب گھر میں ہوں تو گھروں میں نماز نہیں پڑھتے۔پس جب خدا تعالیٰ کے ایک انتہائی اہم حکم پر عمل نہیں تو پھر یہ دعویٰ بھی فضول ہے کہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔پہلے اپنی حالتیں تو سنوارو۔اور جب ایسی حالت ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ایک خاص کوشش ہو تو تبھی ایک احمدی، ایک مومن سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کا حق ادا کرنے والا کہلا سکتا ہے۔اور جب یہ ہو گا، جب ایمان کے بعد اُس میں ترقی کرتے چلے جانے کی کوشش ہو گی، جب اعمالِ صالحہ بجالانے کی طرف توجہ ہو گی تو پھر ایسے لوگ خلافت کے انعام سے فیض پاتے رہیں گے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اُن لوگوں سے کیا ہے یا خلافت کے مقام سے وہ لوگ فائدہ اُٹھائیں گے، وہ لوگ تمکنت حاصل کریں گے، اُن کے خوف کو امن میں خدا تعالیٰ بدلے گا جو ایمان لانے والے اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے اور عبادت کرنے والے اور ہر طرح کے شرک سے پرہیز کرنے والے

ہوں گے۔اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکرگزار ہوں گے جو خلافت کی صورت میں اُنہیں ملا ہے۔جیسا کہ میں نے کہا کہ احمدیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نظام جاری فرمایا ہے اور اس کے علاوہ اور کہیں یہ نظام جاری نہیں ہو سکتا۔احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوش قسمت ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننے کی وجہ سے خلافت کی نعمت سے حصہ ملا ہے۔پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ ہے، غیر مشروط نہیں ہے۔بلکہ بعض شرطوں کے ساتھ ہے اور جب یہ شرطیں پوری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر تمکنت بھی حاصل ہو گی۔خوف کی حالت بھی امن میں بدلتی چلی جائے گی۔

جماعت کے افراد اس بات کا کئی مرتبہ مشاہدہ کر چکے ہیں اور اس دَور میں تو غیروں نے بھی دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ احمدیوں کی سکینت کے سامان فرماتا ہے اور یہ بات غیروں کو بھی نظر آتی ہے۔پہلے بھی مَیں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ خلافتِ خامسہ کے انتخاب سے پہلے احمدیوں کی جو حالت تھی اُس کو غیر بھی محسوس کر رہے تھے اور بعض اس امید پر بیٹھے تھے کہ اب دیکھیں جماعت کا کیا حشر ہوتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ فرمایا تھا اُس کو اس شان سے پورا فرمایا کہ دنیا دنگ رہ گئی اور ایم ٹی اے کی وجہ سے غیروں نے بھی دیکھا کہ خوف امن میں ایسا بدلا کہ ایک غیر احمدی پیر صاحب نے جو ہمارے ایک احمدی کے واقف تھے، اُن کو کہا کہ مَیں یہ تو نہیں مانتا کہ تم لوگ سچے ہو لیکن یہ سارا نظارہ دیکھ کے مَیں یہ مانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ ہے۔خدا تعالیٰ کی مدد تو ضرور تمہارے ساتھ لگتی ہے لیکن مَیں نے ماننا نہیں۔پس ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سب کچھ دیکھ کر بھی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہتے ہیں۔آجکل پاکستان میں جو ظلم کی لہر چل رہی ہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ یہ احمدی تو ترقی پر ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں، ان کے میدان تو وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ان کو ختم کرنے کی ہم جتنی کوشش کرتے ہیں یہ تو ختم نہیں ہوتے، کس طرح ان کو ختم کریں۔لیکن ان لوگوں سے میں کہتا ہوں کہ اے دشمنانِ احمدیت! یاد رکھو کہ ہمارا مولیٰ ہمارا ولی وہ خدا ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔وہ کبھی تمہیں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور اسلام کی ترقی اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب دنیا میں مسیح موعود کے غلاموں نے لہرانا ہے۔ان لوگوں نے لہرانا ہے جو خلافت علیٰ منہاج نبوت پر یقین رکھتے ہیں، جو خلافت کے ساتھ منسلک ہیں، جو جماعت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، جو

حبل اللہ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ پس تمہاری کوئی کوشش، کوئی شرارت، کوئی حملہ، کسی حکومت کی مدد خلافت احمدیت کو اس کے مقاصد سے روک نہیں سکتی، نہ جماعت احمدیہ کی ترقی کو روک سکتی ہے۔ افرادِ جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہئے جیسا کہ مَیں نے کہا، تقویٰ پر چلنا، نمازوں کا قیام اور مالی قربانیوں میں بڑھنا اُنہیں خلافت کے فیض سے فیضیاب کرتا چلا جائے گا۔ پس اس کیلئے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ بھرپور کوشش کرے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے رحم سے وافر حصہ لینے والا ہو۔

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''رسالہ الوصیت'' میں سے بعض اقتباسات پڑھتا ہوں جو آپ نے اُن لوگوں کے لئے تحریر فرمائے ہیں جن میں نظامِ خلافت جاری رہنا ہے یا جنہوں نے خلافت سے فیض پانا ہے یا جنہوں نے جماعت سے منسلک رہنا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے رُوح القدس سے حصہ لو کہ بجز رُوح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جُدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضب الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذّات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر، اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ308-307)

فرمایا: ''اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ مَیں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچّی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ308)

فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کیلئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں

بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔‘‘

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ309-308)

فرمایا: ’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔‘‘

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ309)

اللہ تعالیٰ سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کے بارے میں جو توقعات ہیں اُس میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلافت احمدیہ سے سچا اور وفا کا تعلق قائم فرمائے۔ اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ خلافت کے انعام سے ہمیشہ سب فیضیاب ہوتے رہیں۔

☆......☆......☆

یومِ خلافت کی بابرکت تقریب پر

منیر احمد کاہلوں

’’اک شہر محبت ہے جو دل میں بسایا ہم نے‘‘

دیکھ اے عظمتِ رفتہ تجھے پھر سے ہے بلایا ہم نے
علم عہدِ وفا کا ہے جو تا مرگ اُٹھایا ہم نے

وہ عروج ترا جو ناقدر شناسی سے ہوا پامال
خدا کے فضل سے از سرِ نو ہے سجایا ہم نے

صد شکر پھر ہمیں مل گیا وہ لعلِ بے بدل
ہاں یہ گوہرِ نایاب تھا جو ہاتھوں سے گنوایا ہم نے

عظیم خلافتِ راشدہ جو کبھی تھی ہمارا ورثہ
مشعلِ راہ اُسی قیادت کو ہے پھر بتایا ہم نے

تیری قدر و قیمت سے کبھی منہ نہ موڑیں گے
اک شہرِ محبت ہے جو دل میں بسایا ہم نے

رہیں گے یک رنگ بن کر بُنیانِ مرصوص
یہ فیصلہ ترے فرزندوں کا سب کو سنایا ہم نے

ہر دَور میں رہے ہیں جس صداقت کے امیں
جان پر کھیل کر ہر حال میں یہ فرض نبھایا ہم نے

کوچۂ عشق میں کچھ ایسے مخمور چلے آئے ہیں
نت نئے زخم کے ساتھ نیا نام رکھایا ہم نے

یہ کیسی یکطرفہ محبت ہے جو چلی آئی ہے
اے جنوں تُو ہی بتا یہ کیا ہے رنگ دکھایا ہم نے

وفاؤں کا تو ویسا ہی ملا کرتا ہے جواب
یہ نرالا دستورِ ستم شعار ہے جو پایا ہم نے

یہ کیسا کردار ہے ایثار کے ماروں کا
بتاؤ وہ کونسا حق تھا جو کبھی تم سے جتایا ہم نے

انوکھا ہے یہ درد ہمارا انوکھی ہے کہانی اپنی
یہ اعزاز شاہکار ہے جو سینے سے لگایا ہم نے

اب تو نہ جناب کسی پل تجھے چھوڑیں گے منیرؔ
وقت بتائے گا کیا کھویا، کیا پایا ہم نے

انتخابِ خُلفاء کی مختصر تاریخ

لطف الرحمٰن محمود

خلافت کے دو خاص ادوار

حضرت حُذیفہؓ سے مروی ایک حدیث میں ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کے درج ذیل دوادوار کا ذکر ملتا ہے:

1۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ کا عہد
2۔حضرت امام مہدی ؍مسیح موعودؑ کے بعد قائم ہونے والی خلافت کا دَور۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے ان دو ادوار کے درمیان ''ملوکیت'' کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا ہے۔ مُلْکًا عَاضًا یعنی تشدد اور خون ریزی کی پالیسی پرعمل کرنے والے حکمران اور اس دور کے بعد مُلْکًا جبریّۃً یعنی جبر اور ظلم کو روا رکھنے والے سلاطین۔(ملاحظہ فرمائیے مسند احمد' جلد 4 صفحہ 273)۔اس صورت حال پر بعض اوراحادیث سے بھی روشنی پڑتی ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ نے (تاریخ اسلام کی) پہلی ''تین صدیوں'' کو مجموعی طور پر نسبتاً بہتر اور خیر و برکت کا حامل قرار دیا ہے۔اس کے بعد کے زمانے کو ظلم، جہالت اور تاریکی کی وجہ سے ''فیج اعوج'' کی اصطلاح سے یاد فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کی مدّت (اگر حضرت حسنؓ کی خلافت کے 6 ماہ بھی شامل کر لئے جائیں تو) 30 سال بنتی ہے۔اس کے بعد خلافت بنی اُمیّہ، خلافتِ بنی عبّاس، فاطمینِ مصر کی حکومت و خلافت کا دور چلا۔ترکی کے عثمانی خلفاء کا دَور تقریباً چار صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔خلافت راشدہ کا عہد، خلافتِ حقہ کا سنہری زمانہ ہے۔قرآن وسنت سے تمسک اس دور کی نمایاں خصوصیت ہے۔اس کے بعد اُموی اور عباسی خلفاء کے سلسلے چلے۔مگر اُن ادوار میں 2 ''صحابی خلفاء'' حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ادوار کو بھی کسی قدر احترام وعقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کو بھی اس عہد میں شامل کیا جاتا ہے۔ پہلے دو حضرات کی خلافت کو اُن کی ''صحابیت'' کے شرف کی وجہ سے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کو اُن کی ''مجدّدیت'' کی بدولت۔

یہ بھی نوٹ فرمالیجئے کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد کسی فرد کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔حضورؐ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ خلافت کے مستحق کو خود خلعتِ خلافت عطا فرما کر اُمّتِ محمدیہ کے زمام اس کے ہاتھ میں تھمادے گا۔پھر یہ تاریخی حقیقت بھی قابل ذکر ہے چاروں خلفائے راشدہ کا انتخاب مختلف طریق اور انداز سے عمل میں آیا۔اس میں یہ حکمت تھی کہ انتخاب کا معاملہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں تھا اور دوسری طرف اُمّت کے اجتماعی تقویٰ اور اہل الرائے افراد یعنی، شوریٰ، اور مجلسِ انتخاب وغیرہ کے اظہار سے وابستہ تھا۔خلافتِ راشدہ کے مبارک دَور میں خلافت موروثی چیز نہیں تھی۔ یہ منظر ہمیں بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے ادوار میں نظر آتا ہے۔ بدقسمتی سے ملوکیت نے اس روایت کو ایسا مستحکم کیا یہ طرزِ حکومت اسلام کے گلے پڑ گیا! بلکہ اکثر مسلم ممالک کی جمہوریت سے آج بھی وراثت کی بُو آتی ہے!!

مجھے اس مضمون میں ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کے دو مبارک ادوار خلافتِ راشدہ اور خلافتِ احمدیہ' کا خاص طور پر ذکر کرنا ہے۔لیکن اس کے علاوہ تاریخ اسلام سے ''خلفاء'' کے حوالے سے بعض دلچسپ حقائق وکوائف کا ذکر بھی شاملِ مضمون کیا جاسکتا ہے (انشاءاللہ)۔ یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کئی قسم کے خلفاء کا ذکر تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔مگر ان میں دو قدریں مشترک ہیں۔ ایک تو ''امیر المومنین'' کی اصطلاح جو حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی چند سالوں کے بعد رائج ہوگئی تھی تسلسل سے مستعمل رہی۔دوسری روایت کا ''بیعت'' سے تعلق ہے۔ ہر خلیفہ سلطان اور امیر المومنین کی بیعت بھی کی جاتی رہی یا اُس کے نام پر بیعت لی جاتی رہی۔اور بیعت نہ کرنے والوں کا محاسبہ بھی کیا گیا۔ مجھے سیرالیون میں قیام کے دوران' ایک افریقی اُستاد نے (جو تعلیم کے لئے سعودی

عرب گیا تھا) بتایا کہ وہاں ہر نئے بادشاہ کی ''بیعت'' بھی کی جاتی ہے یعنی اظہارِ وفاداری کیلئے لوگ نئے بادشاہ کے سامنے سے گزرتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے ملکِ معظم کا کندھا چُھوتے ہیں۔ اسے ہی ان کی ''بیعت'' سمجھا جاتا ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت نہیں لی جاتی۔

خلفائے راشدین مہدیین کا انتخاب

خلفائے راشدین کیلئے بعض علماء اور مورخین ''مہدیین'' کے لفظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ یعنی امورِ مملکت میں اللہ تعالیٰ کی خاص راہ نمائی اور تائید اُن کے شاملِ حال تھی۔ اور یہ بھی کہ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کی اُنہیں خاص توفیق ملی۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے چاروں خلفائے راشدین کا انتخاب مختلف طریق اور انداز سے عمل میں آیا۔ اس حوالے سے قارئین کی معلومات کو تازہ کرنے کے لئے مختصراً گزارشات پیشِ خدمت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر کے بعد حضرت عمرؓ تلوار سونت کر مسجد نبوی میں کھڑے ہوگئے اور اس خبر کی تردید کی حتّٰی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہاں حاضر ہو کر اُنہیں قائل کیا۔ اس اثناء میں ان حضرات کو علم ہوا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے انتخاب پر غور کررہے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے وہاں جا کر انصار کو سمجھایا کہ عرب ''قریش'' کے علاوہ کسی کی اطاعت نہ کریں گے اور اس صورت میں خدانخواستہ اسلام کو نقصان پہنچے گا۔ اور اُنہیں قریش میں کسی کو منتخب کرنے کا مشورہ دیا بلکہ حضرت ابوعبیدہؓ کا نام پیش کیا لیکن سب نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل اور مناقب کے پیشِ نظر اُنہیں ہی خلیفۃ الرسول چُنا اور اگلے دن مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے قبل اہل الرائے صحابہ سے مشورہ کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ حضرت عمرؓ کی ان سے کوئی قریبی رشتہ داری نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایرانی شدّت پسند ابولولو کے ہاتھوں شدید زخمی ہونے کے بعد 6 کبار صحابہ کی ایک کمیٹی مقرر کی اور حکم دیا کہ اپنے میں سے کسی ایک کو 2 دن کے اندر اندر خلیفہ منتخب کرلیا جائے۔ درج ذیل حضرات اس کمیٹی میں شامل تھے۔ ضمناً عرض ہے کہ یہ سب حضرات ''عشرہ مبشرہ'' میں بھی شامل ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس کمیٹی کی رکنیت کے حوالے سے خود ہی حقِ خلافت سے دستبردار ہوگئے۔ چنانچہ اُنہیں ہی خلیفہ ثالث کے انتخاب کا کام سونپا گیا۔ سب سے پہلے اُنہوں نے علیحدگی میں حضرت عثمانؓ سے نئے خلیفہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے حضرت علیؓ کا نام لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کے بعد حضرت علیؓ سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے حضرت عثمان کا نام تجویز کیا۔ اس سے ان حضرات کی بے نفسی، فروتنی اور تقویٰ شعاری پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز یہ کہ صحابہ کرامؓ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے کیسا پاک اور بے نفس وجود بنا دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دیگر صحابہ کرام سے بھی مشورہ کیا۔ کثرت رائے سے میلان حضرت عثمان کی طرف تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مسجد نبوی میں خلافتِ عثمانی کا اعلان کیا اور سب سے پہلے بیعت کی۔ اس کے بعد حاضرین جن سے مسجد نبوی بھری ہوئی تھی نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی بھی مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے بھی حضرت عثمان کی بیعت کی۔ حضرت عثمان غنیؓ 12 سال تک خلیفہ رہے۔ 82 سال کی عمر میں اُنہیں عبداللہ بن سبا سے متاثر ہونے والے مصری اور کوفی بلوائیوں نے شہید کردیا۔ آپ کی شہادت کا سانحہ 18 ذوالحجہ 35 ہجری کو پیش آیا۔ اُس وقت آپ روزہ سے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے۔ آپ کے خُون کے قطرے درج ذیل آیتِ قرآنی پر گرے:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(سورۃ البقرۃ آیت138)

کہا جاتا ہے کہ یہ خُون آلود تاریخی مصحفِ عثمانی تاشقند میں محفوظ ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بلوائیوں نے مدینہ میں منادی کروائی کہ اگر اہلِ مدینہ نے دو تین دن کے اندر اندر نئے خلیفہ کو منتخب نہ کیا تو وہ علیؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ تینوں کو قتل کردیں گے۔ (بحوالہ تاریخ اسلام جلد اوّل مصنفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ365 ایڈیشن2003 ناشر دارالاشاعت کراچی) یہ سُن کر اہلِ مدینہ نے ان تینوں بزرگوں سے الگ الگ رابطہ کرکے، مسندِ خلافت قبول کرنے کی استدعا کی مگر تینوں نے خلافت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آخر کار لوگوں کے پیہم اصرار پر حضرت علیؓ اس بوجھ کو اُٹھانے کیلئے آمادہ ہوگئے۔ اس طرح مسجد نبوی میں

حضرت علی کی بیعت عامہ ہوئی۔ حضرت علیؓ کے سامنے دو اہم مسئلے تھے۔ اپنی خلافت وحکومت کو وسیع وعریض اسلامی سلطنت میں منظّم ومستحکم کرنا اور دوسرا حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا۔ خلافتِ علوی کے ابتدائی چند دنوں میں مدینہ بلوائیوں سے پاک نہ ہوسکا۔ اس لئے حضرت علیؓ فوری طور پر قاتلین عثمان کے قصاص کی طرف توجہ نہ کرسکے۔ یہ صورتِ حال حضرت علیؓ کیلئے مسائل کا باعث بن گئی بلکہ اسے حضرت معاویہؓ نے ایک بہت بڑا سیاسی مسئلہ بنالیا۔ جنگِ صفین کی نوبت آئی۔ دونوں طرف سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا۔ بعض صحابہ کرام شہید ہوگئے۔ اسی جنگ کے بعد خوارج کا نامسعود گروہ معرض وجود میں آیا۔ نظم ونسق کے مسائل کے پیشِ نظر، حضرت علیؓ نے مدینہ کی بجائے عراق کے شہر کُوفہ کو دارالحکومت تجویز کیا۔ اس تبدیلی کے بعد' پھر مدینہ منورہ کو اسلامی مملکت کے سیاسی دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ بدلے ہوئے حالات میں کُوفہ کے بعد بنی امیّہ کی حکومت میں، دمشق (شام) اور اس کے بعد عباسیوں کے عہدِ اقتدار میں بغداد اور اُس سے 90 میل دُور سامرا (عراق) کو یہ مقام حاصل ہوا۔ پھر یہ اعزاز قاہرہ کے حصے میں آیا اور آخر کار ترکوں کے زمانے میں قسطنطنیہ ''بابِ عالی''، یعنی ''مرکزِ خلافت'' کہلایا!

حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور امام حسنؓ

امیر معاویہؓ ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شام کے گورنر رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد' حضرت علیؓ کی خلافت کے دور میں وہ عملاً شام کے خود مختار حاکم بن گئے بلکہ بعد میں مصر کے صوبے پر بھی قابض ہوگئے۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے انہوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور قصاص کو ایک حسّاس سیاسی مسئلہ بنادیا اور اُس عذر کو بنیاد بنا کر حضرت علیؓ کی بیعت بھی نہ کی۔ اس کے باوجود انہوں نے اس شرافت کا اظہار کیا کہ خلافتِ علوی کے دور میں اپنے لئے فقط ''امیر'' کا لقب یا خطاب استعمال کیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اپنے لئے ''امیر المومنین'' کی اصطلاح کا استعمال جائز سمجھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ایک وقت میں صرف ایک ہی ''خلیفہء وقت'' منصبِ خلافت پر فائز ہوا کرتا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔

حضرت علیؓ کا عہد' بے چینی، بدامنی اور خانہ جنگی کا دَور تھا۔ اُس زمانے میں بیرونی ترقیات اور فتوحات کا سلسلہ رُک گیا۔ اس دور میں خوارج بھی زور پکڑ گئے۔ یہ اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا منظّم اور مسلّح دہشت گرد (Terrorist) گروہ تھا۔ عالم اسلام کی اہم شخصیات کے خلاف خطرناک سازشوں کے تانے بانے بُنے جانے لگے۔ اس گروہ کے ایک رُکن، عبدالرحمٰن ابن مُلجم نے رمضان المبارک میں کُوفہ کی جامع مسجد میں نماز فجر سے قبل حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کرکے کاری زخم لگایا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے اور عالم اسلام ایک سابق الاسلام، ممتاز صحابیِ رسولؐ خلیفہء راشد کی قیادت سے محروم ہوگیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد' اہلِ کُوفہ نے حضرت حسنؓ کی بیعت کرلی۔ حضرت علیؓ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا نہ ایسی وصیت کی تھی۔ حضرت امام حسنؓ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی مشابہت سب سے بڑھ کر تھی۔ وہ حلم کا پیکر اور محبت وصلح کے سفیر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی بھی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ یہ پیشگوئی بھی اُن کی ذات میں پوری ہوئی۔ حضرت حسنؓ نے شیعانِ علیؓ اور شیعانِ معاویہؓ کے درمیان جاری رہنے والی خانہ جنگی کو ختم کروایا۔ بلکہ ربیع الاول 41 ہجری میں حضرت امام حسن نے امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوکر، اُمّت کو ایک بار پھر ایک ہاتھ پر متحد کردیا۔

بعض لوگ اُن کے اس ایثار پر ناراض بھی ہوئے۔ ایک شخص نے ناراضگی کے عالم میں اُنہیں ''عارالمسلمین'' (مسلمانوں کو شرمندہ اور رُسوا کرنے والا) قرار دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''عار'' ''نار'' سے بہتر ہے یعنی ایسی وقتی سیاسی شرمندگی، جنگ وجدل اور خُون خرابے اور امت کے اتحاد واتفاق کو پس پشت ڈالنے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بہتر ہے۔ حضرت امام حسنؓ کی امن پسندی اور صلح کے استحکام ودوام کے لئے بے لوث خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ کُوفہ سے آنے کے بعد حضرت حسن نے تمام زندگی مدینہ میں بسر کی۔ 51 ہجری میں مدینہ میں ہی وفات پائی اور اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ اُن کے جدّ امجد اور آل رسولؐ پر درود وسلام!!

ثقہ مورخین نے لکھا ہے کہ اُس وقت یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد' مسلمان شوریٰ کے ذریعے نئے خلیفہ کا انتخاب کریں گے۔ مگر امیر معاویہؓ نے بعض سیاسی رُفقاء کے مشورہ کے زیر اثر یہ کہہ کر اب پیچھے لڑکے ہی

لڑ کے رہ گئے ہیں، اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر دیا بلکہ اپنی زندگی میں بعض علاقہ جات اور مقامات پر اُس کی بیعت بھی لے لی۔ اگر کسی نے اعراض کیا تو اُسے وقتی طور پر نظر انداز کیا۔ اس طرح اسلام میں موروثی خلافت وحکومت کی ابتدا ہوئی اور خلافتِ راشدہ کے جمہوری اور دینی مزاج میں ایک خطرناک تبدیلی واقع ہوئی جس نے خلافتِ راشدہ کو ملوکیت کی پٹڑی پر چڑھا دیا۔

ملوک وسلاطین کا یہ سلسلہ لمبے عرصے تک چلا۔ ان مسلمان سربراہانِ مملکت کو ''امیر المومنین'' کہہ کر مخاطب کیا جاتا رہا بلکہ ان کی بیعت کی رسم بھی ادا کی جاتی رہی۔ فتح مصر کے وقت، آخری عباسی خلیفہ نے ترکی سلطان سلیم کو چادر، پرچم اور دیگر تبرکاتِ خلافت دے دیئے بلکہ اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ اس طرح خلافت عباسیوں سے عثمانی ترکوں کو منتقل ہو گئی۔ اس کا سلسلہ چار صدیوں تک چلا۔ اور کمال اتاترک کے دور میں 1924ء کو اختتام کو پہنچا۔ وہ بھی ''خلافت'' کا خاتمہ نہیں چاہتا تھا۔ منصبِ خلافت کو حکومت وریاست سے الگ کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت ترک خلیفۃ المسلمین کی ذات میں مذہبی خلافت اور دنیاوی حکومت، دونوں چیزیں جمع تھیں۔ اتاترک چاہتا تھا کہ خلیفہ صرف مذہبی حیثیت سے اُمّت مسلمہ اور ترکوں کی راہ نمائی کرے مگر خلیفہ نے دونوں منصب اپنی ذات میں جمع کرنے پر اصرار کیا۔ اس کے نتیجے میں اُنہیں تاج وتخت سے الگ ہو کر جلاوطن ہونا پڑا۔ اور اس طرح خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اقبال نے اس سانحہ پر کہا ع

چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حادثے سے 16 سال قبل، 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت کے دورِ ثانی کی ابتدا کر دی۔ خلافت حقہ پر ایک صدی گزر چکی ہے اور اس وقت اس کے پانچویں مظہر، سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد سریر آرائے خلافت ہیں۔ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ اب قیامت تک چلے گا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے افراد کو انفرادی اور اجتماعی تقویٰ کا وہ مقام عطا فرمائے جس کے نتیجے میں یہ نعمت ہمیشہ کیلئے ہمارا مقدر بن جائے، آمین۔

جماعت احمدیہ میں خلافتِ حقہ کے قیام اور اس کے جاری رہنے کی تاریخ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے ''غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال 26 مئی 1908ء کو لاہور میں ہوا۔ اپنے پیارے آقا کی جدائی سے احباب افسردہ ومغموم تھے اور خود کو بے سہارا سمجھ رہے تھے۔ اس مضطر ومغموم حالت میں، بعض دوستوں نے حضرت مولانا نور الدین صاحب سے بیعت لینے کی درخواست کی مگر آپ نے بار بار یہی کہا کہ اس کا فیصلہ یہاں نہیں قادیان میں جا کر ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد خاکی کو قادیان لے جایا گیا۔ وہاں حضرت مولانا سے یہ درخواست کی گئی۔ آخر کار آپ نے بہت اصرار کے بعد بیعت قبول کی اور 27 مئی 1908ء کو جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقہ کا قیام عمل میں آیا۔ مورخ احمدیت کے الفاظ میں ''خلیفۃ المسیح الاولؓ منتخب ہوئے۔''

(تاریخ احمدیت جلد3صفحہ178ایڈیشن2007)

قادیان میں موجود 1200 احمدیوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور صدر انجمن احمدیہ کے ترجمان کی طرف سے بیرونی جماعتوں کے افراد کو ہدایت کی گئی کہ وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت کریں۔ اس انتخاب کے وقت حضرت مولانا نور الدین صاحب کی عمر 68 سال تھی۔ 6 سال تک تختِ خلافت پر متمکن رہنے کے بعد حضورؓ کا 13 مارچ 1914ء کو وصال ہوا۔ وفات کے 26 گھنٹے بعد جماعت مومنین نے مسجد نور قادیان میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابی مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے اس منصب کیلئے حضرت صاحبزادہ صاحب کا نام پیش کیا تھا۔ حضورؓ کو بیعت کے الفاظ یاد نہیں تھے۔ اور حضورؓ نے اسے عذر بنا کر اس ذمہ داری سے بچنے کی کوشش بھی کی مگر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے عرض کیا کہ انہیں عہد بیعت کے الفاظ یاد ہیں وہ دُہراتے جائیں گے، حضورؓ بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائیں۔ اس طرح چشم فلک نے ایک دفعہ پھر یہ نظارہ دیکھا کہ حق بحقدار رسید۔ افسوس کہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے بعض رفقاء اس بیعت میں شامل نہ ہوئے اور کچھ دن بعد قادیان دار الامان کو چھوڑ کر لاہور جا کر ایک نئی انجمن قائم کی اور وہاں اپنا مرکز بنا کر راہیں جُدا کر لیں۔

انتخابِ خلافت کے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر 25 سال

تھی۔اس کے بعد تقریباً 52 سال تک حضورؓ تختِ خلافت پر متمکن رہے۔ اور جماعت کو عظیم الشان فتوحات اور ترقیات سے ہمکنار فرمایا۔تبلیغ،تنظیم،تربیت،علمی ترقی غرض ہر میدان میں نئی منزلوں تک رسائی ہوئی۔ جماعت حقیقی معنوں میں ایک بین الاقوامی جماعت بن کر اُبھری۔حضورؓ نے خلافت کے استحکام ودوام کیلئے بھی بہت محنت کی اور افرادِ جماعت کے دلوں میں بھی اس نعمت کی قدر واہمیت اُجاگر کی۔اس کاوش کا نتیجہ ہے کہ حضورؓ کے انتقال پُر ملال کے بعد خلافت کا نظام بدستور جاری رہا بلکہ اب پہلے سے بڑھ کر مضبوط اور مستحکم ہوگیا ہے۔

8اور 9 نومبر 1965ء کی درمیانی رات حضورؓ کا انتقال ہوا۔حضورؓ سے جماعت کو بے حد محبت وعقیدت تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں صحابہ حضورؓ کے ہمعصر تھے۔اُن کے بیٹے بیٹیاں،پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں حضورؓ کے فیض تربیت سے متمتع ہوئے۔ برکتوں اور رحمتوں کا یہ سایہ نسل درنسل محیط رہا۔اگر حضورؓ کی وفات کا سانحہ یک لخت رُونما ہوتا تو جماعت اسے برداشت نہ کرپاتی۔حضورؓ کی لمبی علالت میں یہ حکمت مخفی تھی کہ جماعت اپنے محبوب امام کی مفارقت کے صدمے کو برداشت کرنے کے قابل ہوگئی۔ خلیفہء ثالث کے وجود میں افرادِ جماعت کو محبت اور شفقت کا وہی تسلسل محسوس ہونے لگا۔10 نومبر 1965ء کو مسجد مبارک ربوہ میں خلافتِ ثالثہ کی بیعت عامہ منعقد ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سترہ سالہ خلافت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیابیوں اور جماعتی ترقیات سے معمور ہے۔فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت حضرت مصلح موعودؓ کے کاموں کو جاری رکھنے کی توفیق ملی۔یہ سلسلہ اب تک رواں دواں ہے۔قرآن کریم کی اشاعت اور تعلیم قرآن کے فروغ کیلئے حضورؒ نے ایک نئی نظارت (نظارت اصلاح وارشاد وتعلیم القرآن) کا اجراء کیا۔ وقفِ عارضی سکیم بھی حضورؒ کی ایک یادگار ہے۔مغربی افریقہ کے ممالک میں تعلیمی اور طبّی اداروں کے جاری کرنے کیلئے حضورؒ نے نصرت جہاں سکیم کے تحت ایک لاکھ پاؤنڈ کی تحریک کی۔اللہ تعالیٰ نے افرادِ جماعت کو اس سکیم کیلئے دولاکھ پاؤنڈ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس کے نتیجے میں ارضِ بلالؓ میں متعدد سکول اور ہسپتال جاری کیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان اداروں میں بہت برکت ڈالی۔ یہاں ایک ذوقی بات عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کا عرصہ تقریباً 52 سال پر ممتد ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں کئی دنوں میں مجموعی طور پر، 52 گھنٹے تک سوالات کے جوابات دینے کا موقع ملا۔انہی دنوں اس عاجز نے خواب میں چاروں خلفائے راشدین کو ایک نشست پر شانہ بہ شانہ بیٹھے دیکھا۔خاکسار کو اس کی یہی تعبیر سمجھ میں آئی کہ خلافتِ احمدیہ،خلافتِ راشدہ کا ظِلّ اور رُوحانی تسلسل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل رہے گی،انشاءاللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو حضرت عثمان غنیؓ سے بھی ایک مشابہت تھی۔حضرت عثمانؓ کو اشاعت قرآن کی توفیق ملی۔اُنہیں بھی عمارات تعمیر کروانے کا شوق تھا۔خلافتِ ثالثہ کے دور میں مرکز میں متعدد عمارات تعمیر ہوئیں۔حضورؒ نے جماعت کو 1989ء میں صد سالہ جشنِ تشکر منانے کا رُوحانی پروگرام دیا اور وقت آنے پر جوبلی کی تقاریب منعقد کرنے کا عندیہ بھی دیا۔یہ جشنِ تشکر خلافتِ رابعہ میں ساری دُنیا میں ایمانی جذبے اور ملّی جوش وخروش سے منایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مختصر علالت کے بعد اسلام آباد میں 8اور 9 جون 1982ء کی درمیانی رات 12 بج کر 45 منٹ پر انتقال فرمایا۔ حضورؒ کا جسدِ خاکی تدفین کیلئے ربوہ لایا گیا۔اس سے قبل مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انتخاب عمل میں آیا (10 جون 1982ء)۔اس کے بعد بیعتِ عامہ کا انعقاد ہوا۔حضورؒ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خلافت کے پہلے دوسال پاکستان ہی میں رہ کر جماعت کی راہ نمائی فرمائی۔اپریل 1984ء میں جنرل ضیاء الحق نے ایک نیا آرڈی نینس جاری کیا۔نئی پابندیوں اور قدغنوں میں منصبِ خلافت کی ذمہ داریوں کو آزادانہ ادا کرنا مشکل ہوگیا۔اہل الرائے اصحاب سے مشورہ کے بعد،باذنِ الٰہی حضورؒ پاکستان سے ہجرت فرما کر لندن فروکش ہوئے۔ واقعات نے ثابت کردیا کہ یہ اقدام اور نیا دَور جماعت کی غیر معمولی ترقیات کیلئے بے شمار برکات وحسنات کا حامل تھا۔ان عظیم الشان فتوحات کا احاطہ کرنا آنے والے مؤرخ کا کام ہے۔صرف MTA کا اجراء ہی ایک ایسا کارنامہ ہے جس کے عالمگیر تبلیغی،تربیتی اور تنظیمی اثرات کا تجزیہ ایک الگ مقالے کا مقتضی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا اکیس سالہ بابرکت اور کامرانیوں سے بھرپور عہدِ خلافت 19 اپریل 2003ء کو اختتام کو پہنچا۔حضور اسلام آباد ٹلفورڈ

میں امانتاً مدفون ہیں۔

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب (ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی ربوہ) حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نماز جنازہ میں شرکت اور مجلس انتخابِ خلافت کی کارروائی میں حصہ لینے کیلئے پاکستان سے لندن تشریف لائے۔ بتایا گیا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک جوڑے اور بریف کیس کے ساتھ اس مختصر قیام کیلئے تشریف لائے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجلس انتخابِ خلافت کے ارکان کے دلوں کو آپ ہی کے انتخاب پر جمع کر دیا اور مسجد فضل لندن میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور وہاں سے ہی ایم ٹی اے نے خلافتِ خامسہ کے انتخاب کا اعلان نشر کیا۔

ضمناً عرض ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت قادیان میں اس باغ میں کی گئی جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جسدِ اطہر تدفین کے انتظار میں رکھا گیا تھا۔ قادیان میں اس مقام پر ایک یادگاری نشان نصب کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت مسجد نور قادیان میں منعقد ہوئی۔ خلافتِ ثالثہ اور خلافتِ رابعہ کی بیعت کا انعقاد مسجد مبارک ربوہ میں ہوا۔ مسجد فضل لندن، وہ تاریخی مسجد ہے جہاں خلافتِ خامسہ کا انتخاب ہوا اور بیعت عامہ منعقد ہوئی۔ چند دن کے قیام کیلئے آنے والا مہاجر الی اللہ مسافر، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہء راشد کی حیثیت سے اشاعتِ اسلام اور خدمتِ انسانیت میں شب و روز مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن و ہر لحظہ روح القدس کی تائیدات سے نوازتا رہے، آمین۔

اک شہر۔ شہرِ یاراں (ربوہ)

عبدالشکور کلیولینڈ اوہائیو

وہ جن دنوں میرا خالی مکان شہر میں تھا
اُنہیں دنوں وہ میرا مہربان شہر میں تھا

بجا کہ ہیں وہی گلیاں، وہی درودیوار
کہاں گیا جو میرا سائبان شہر میں تھا

وہ ایک شہر کہ اِک شہرِ شہر یاراں تھا
نگارِ شیریں سخناں، خُوش بیان شہر میں تھا

وہ شہر میں تھا تو کیا کیا تھے سلسلے باہم
محبتوں کا امیں، پاسبان شہر میں تھا

نویدِ مہر کی صبحیں، مہ و نجوم کی رات
جہانِ نُور کا اک آسمان شہر میں تھا

وہ جس کے دم سے تھا تصویرِ کائنات میں رنگ
نشاطِ بادہ کشاں رُود مان شہر میں تھا

ہر ایک ہاتھ کہ اک کاسہء گدائی لئے
اوردان دینے کو اک مہربان شہر میں تھا

☆نوٹ: جناب احمد مبارک صاحب کی غزل پر تضمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''آنحضرت ﷺ پر کثرت مشورہ کے دونوں پہلو اطلاق پاتے تھے۔ آپؐ لوگوں سے کثرت سے مشورہ لیا کرتے تھے اور لوگ آپؐ سے کثرت سے مشورہ کیا کرتے تھے اور دوسرے پہلو میں یہ بات خاص طور پر پیش نظر رہے کہ جو مشورہ کرتے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جب رسول فیصلہ دے دے تو پھر تم مجاز نہیں ہو کہ اس کے خلاف ہٹ سکو۔ اب آنحضرت ﷺ کے مشورہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک مشورہ دے رہے ہیں، ایک لے رہے ہیں۔ جب مشورہ دے رہے ہیں تو مشورہ لینے والا مجاز ہی نہیں ہے کہ اس سے پیچھے ہٹے اور جب مشورہ لے رہے ہیں تو آپ مجاز ہیں کیونکہ آپ سے بہتر اللہ کی رضا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27مارچ1998)

''آنحضرت کی زندگی میں جو مشورہ کے واقعات ہیں ان کی تفصیل میں جانے کا وقت تو نہیں مگر ہر قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ کہیں آپؐ نے ایک خاتون سے مشورہ کیا، کہیں چند صحابہ سے مشورہ کیا، کبھی پوری جماعت سے مشورہ کیا۔ صلح حدیبیہ کے وقت پوری جماعت سے مشورہ کیا اور پوری جماعت کے فیصلے کو ردّ فرما دیا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29مارچ1996)

”شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن“

امتہ الباسط۔ بروکلین

کل نفس ذائقة الموت کے مصداق ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو دنیا میں آئے گا اسے اس دنیا ئے فانی سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہے۔ موت تو بسترِ مرگ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھی آسکتی ہے لیکن کتنی عظیم موت ہے اس شہید کی جو ملک وقوم اور خاص طور پر دین کے تحفظ کے لئے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر موت کا استقبال کرتا ہے اور شہید بن کر ابدی حیات کا مالک بن جاتا ہے اسی لئے تو ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن نے گواہی دی کہ "ان لوگوں کو مردہ مت کہو جو اللہ کی راہ میں زندگی قربان کرتے ہیں وہ تو زندہ ہیں ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں"

کائنات کے نظام کا اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ جب سے یہ کائینات وجود میں آئی ہے نیکی اور بدی کا ٹکراؤ ہوتا چلا آیا ہے جس میں نیکی ہمیشہ فتحمندی اور کامرانی سے ہمکنار ہوتی رہی ہے جبکہ بدی کا مقدر ہمیشہ ذلت ورسوائی رہا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہر کس وناکس یہ جان جائے کہ حق وباطل کی جنگ میں میدانِ جنگ کی ہار جیت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس میں تو ظاہری طور پر جنگ ہار کر بھی فتح کا سہرا سر پر سجایا جا سکتا ہے۔ کچھ ایسا ہی کارنامہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ نے سرانجام دیا کہ اپنی جان تو جانِ آفرین کے سپرد کر دی مگر احمدیت کی خاطر اپنی جاں کا نذرانہ دے کر اسلام اور احمدیت کی سچائی کی گواہی کے ساتھ ساتھ ایسی ابدی فتح حاصل کی جو کسی کو اس سے پہلے نہ ملی تھی۔ یہ ایسی شہادت تھی جو احمدیت کی سچائی کی گواہ بنی۔ یہ ایسا نمونہ بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ یہ ایک ایسا سنگِ راہ ہے جسکی ضرورت درحقیقت جماعت کو تھی اور جماعت بھی اس کی محتاج تھی۔ صاحبزادہ عبداللطیفؓ نے جان کی قربانی کر کے ثابت کر دیا کہ احمدیت کے پرستار دراصل ایسی منازل کے کھوجی ہیں جن کو پانا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہ دیوانے اپنی منازل کی سنگِ راہ خود تراشتے ہیں اور پھر ان منازل کو طے کرنے سے جو لذت، جو انعام اور جو حوصلہ ان کے حصے میں آتا ہے اسکے صرف اور صرف یہی وارث ہوتے ہیں کیونکہ انہیں دنیاوی لذتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ صاحبزادہ عبداللطیفؓ تو عظمت کا ایسا پیکر تھے جو خود تو عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئے لیکن اسلام احمدیت کی عزت وناموس اور اس کے وقار کو چار چاند لگا گیا۔ خود تو سورج کی مانند صفحہء ہستی سے غروب ہو گیا لیکن احمدیت کی عظمت کا سورج طلوع کر گیا۔ پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جل اٹھے اور تاریخِ احمدیت میں عظمت وشجاعت کا یہی جذبہ ہر آنے والے دن پروان چڑھتا رہا اور یوں نئی تحریریں صفحاتِ احمدیت پر رقم ہونے لگیں۔

ملت اسلامیہ کی کھیتی شہید کے لہو سے سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور پھر اس کے ذریعے اسکی بنیادیں مستحکم ہوتی چلی جاتی ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر جذبہءِ شہادت نہ ہوتا تو عالمِ اسلام کا شیرازہ کب کا بکھر چکا ہوتا۔ اسی جذبے کے تحت حضرت امام حسینؓ کو امام الشہداء اور حضرت امیر حمزہؓ کو سید الشہداء کے خطابات سے نوازا گیا۔ اسی جذبے کا اثر تھا کہ خالد بن ولیدؓ نے غزوۂ موتہ میں نو(9) تلواریں توڑ ڈالیں اور طارق بن زیادؒ نے ساحلِ اندلس پر اپنی کشتیاں جلا ڈالیں۔ اسی جذبے کے تحت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ نے اسلام احمدیت کی حقانیت کے لئے جان کی قربانی دے کر ایسا مینارِ نور فراہم کیا جس کی روشنی میں آنے والے احمدیوں کو جان فدا کرنے کا راستہ صاف سجھائی دینے لگا۔

ایک روایت کے مطابق بیان ہوا ہے ہے کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانے میں اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تمہیں مارا جائے اور مال لوٹ لیا جائے۔ یہ پیشگوئی جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی جماعت احمدیہ کے حق میں پوری ہوئی۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا کے قائم کردہ نظامِ خلافت سے چمٹ کر راہ میں ہر قسم کی

قربانی پیش کررہے ہیں۔ اس ضمن میں انڈونیشیا کے شہید ہوں جن کو چھریوں، چاقوؤں اور پتھروں سے مار مار کرشہید کردیا گیا پھر لاشوں کی اس قدر بے حرمتی کی گئی کہ وہ لاشیں پہچانی بھی نہیں جاتی تھیں یا پھر لاہور میں جماعت احمدیہ کی مساجد کا ذکر کیا جائے جن میں موجود نہتے عبادت گزار اسی (80) سے زائد احمدیوں کو دہشت گردوں نے فائرنگ کے ذریعہ شہید کر دیا۔ 1974ء کے شہیدوں کو یاد کیا جائے یا پھر مردان میں عید کی نماز پڑھ کر گھر آنے والی اس رخسانہ شہید کو، جس نے خلافت سے چمٹ کر جان قربان کی۔ ملحوظ رہے کہ یہ تمام کے تمام خدا کے در کے فقیر ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور کے خلیفہ کے ہر حکم کو صدقِ دل سے مانا۔ تقویٰ، توکل، ثباتِ قدم، صبر ہمت اور دعا کو ہی اپنا ہتھیار بنایا۔ جذبۂ شہادت ایک لافانی جذبہ ہے جسے زمانے کی گردشِ حالات کی کروٹ اور وقت کی سنگینی کبھی ختم نہیں کرسکتی۔ جب تک یہ جہان باقی ہے یہ ابدی جذبہ جاری وساری رہے گا تاکہ ملتِ اسلامیہ کی بقا کو دوام مل سکے

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے

کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

اس خاص نکتے کو مدنظر رکھتے ہوئے ماسٹر عبدالقدوس صاحب نے بھی مخالف سمت کی ظاہری اور عارضی طاقت کا بےخوف وخطر توحید کے قیام کے لئے مقابلہ کرتے ہوئے دشمن احمدیت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے اپنے دین کو ہر قسم کی زندگی پر ترجیح دی اور ایک مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا اپنی گرانقدر جان کا نذرانہ اپنے رفیقِ الاعلیٰ کے حضور پیش کردیا لیکن دشمن کو موقع نہ دیا کہ وہ ایک نقطہ بھی ان سے لکھوانے میں کامیاب ہو، دستخط تو کسی تحریر پر کروانے بڑی دور کی بات تھی۔

موت برحق ہے یقیناً ان شہدا کی شہادت والی موت پر فرشتوں نے بڑھ کر استقبال کیا ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے قول وفعل سے ثابت کردیا کہ یہ جیالے احمدیت کے، ایسی کشتی کے مسافر ہیں جس کے پتوار مضبوط ہاتھوں میں ہونے کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کی راہنمائی کرنے والے ہیں یہ ایسے سفینے کے سوار ہیں جس کے ناخدا محمد ﷺ ہیں اسی لئے تو انہیں ڈوبنے کا خطرہ نہیں۔ یہ ایسے درمکنون ہیں جنہیں خالقِ کائینات اپنی خاص نگرانی میں تخلیق کرتا ہے جو وقت آنے پر کچے پکوں کا فرق سمجھاتے ہوئے ابدی زندگی کی تلاش میں سرگرداں وآوارہ رہتے ہیں وقتی اولمحاتی آرام اور عارضی خوشی ان کے نزدیک کچھ حیثیت نہیں رکھتی اور پھر جب خلیفۂ وقت ماسٹر عبدالقدوس صاحب جیسے کوہ گراں کی قربانی کا ذکر خاص طور پر کریں اور افراد جماعت کو ان کی قربانی کا نتیجہ یہ بتائیں کہ آپ (ماسٹر عبد القدوس) نے مقامی وعالمی طور پر جماعت پر کوئی آنچ نہ آنے دی اور اپنی اذیت اور تکلیف ملنے کے باوجود اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی تو جماعت کا ہر فرد ایسی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے سے گریزاں نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اذیت، یہ تکلیف تو وقتی ہے اور عارضی بھی لیکن اسکے بدلے میں جو سکینت، جو لطف اور جو کیف وسرور اور ابدی زندگی ان کے حصے میں آئے گی دنیا دار اس کے عشر عشیر سے بھی ناواقف ہیں۔

9 رجولائی 2010ء کے خطبۂ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

"آگے بڑھنے والی قومیں صرف احساس پیدا کرنے کو کافی نہیں سمجھتیں بلکہ ان نیکیوں کو جاری رکھنے کے لئے پیچھے رہ جانے والا ہر فرد جانے والوں کی خواہشات اور قربانی کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بس ہمارا کام ہے اور فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں"

چنانچہ ماسٹر عبدالقدوس نے تو اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے بڑے احسن طریقے سے عہد بیعت کو نبھایا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر احمدی اگر اپنے اندر ویسا ہی انقلابِ روحانی پیدا کرنے کی کوشش کرے جیسا زمانے کے منادی ہم سے طلب کرتے ہیں تو ہم یقیناً اللہ تعالیٰ کے مقرب بن سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ جیسے عبدالقدوس جیسے پاکیزہ صفت انسان نے مانگے کی روشنی گوارا نہیں کی بلکہ نصرت آباد کے اس باسی نے محض خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کے حصول کی خاطر اپنی منزل خود تراشی اور تلاشی، خود کو مشکل میں ڈال کر دوسروں کے تحفظ کا سودا کیا۔ انہوں نے اپنی گردن درِ باطل پر نہیں جھکائی سچ کا ساتھ دیا کیونکہ وہ باطل کے ناپاک عزائم سے ڈرنے یا دبنے والے نہیں تھے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہمنوائی میں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ احمدیت سے تعلق

رکھنے والا ہر فرد چاہے وہ عمر کے کسی حصے سے تعلق رکھتا ہو اور آنے والے کسی بھی دور سے گزر رہا ہوگا تاریخ احمدیت کو مرتب کرتے ہوئے پھر، پھر اور پھر بلکہ جبتک نظام کائینات چلتا رہے گا ہر گھڑی، ہر آن اور ہر لمحے ماسٹر صاحب کی اس بے مثل اور لازوال قربانی کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھنے کی مجال نہ کر پائے گا۔ یہ انمٹ نقش ہیں جو ماسٹر قدوس صاحب نے اپنی یادوں کے چھوڑے ہیں لہٰذا یہ ضرور کہوں گی کہ "سانوں وی ہمیشہ ہمیش ماسٹر صاحب یاد آیا کرن گے" کیونکہ انہوں نے راہِ وفا پر چلتے ہوئے ہمارے لئے ایثار و قربانی، حق گوئی و بیباکی، خودداری، بہادری، صداقت و استقامت، تسلیم و رضا اور صبر و تحمل کی ایسی مثال پیش کی ہے جو اسلام احمدیت کے حلقہ بگوشوں کیلئے ہمیشہ سرمایہ افتخار ہوگی۔

حاصلِ بحث یہ کہ انسانیت کے ان محسنوں سے ہماری محبت کے اظہار کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کی زندگیوں کو اپنا نمونہ بنا لیں۔ ہمیں مصمم ارادے کے ساتھ چاہئے کہ انہوں نے اپنے خون سے جو چراغ جلائے ہیں ان کی ابدی روشنی سے اپنا راستہ تلاش کریں اور احمدیت کی خاطر جام شہادت نوش کرنے والے ان شہیدوں کو سلام پیش کرتے ہوئے عہد کریں کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وقت آنے پر جان، مال اور وقت کی ہر قربانی کے لئے تیار رہیں گے ویسے بھی بقول کسے

تجھ سے اے شاہِ عربؐ ہے یہ ہمارا وعدہ
کفر کی جیت کے سامان نہ ہونے دیں گے
کر کے چھوڑیں گے اسے خونِ جگر سے شاداب
تیرا گلشن کبھی ویران نہ ہونے دیں گے

(ٹائپنگ: صادق باجوہ، میری لینڈ)

شمارہ النور مارچ 2014ء میں صفحہ نمبر 28 پر

28,27,26 دسمبر 1886ء کی بجائے

28,27,26 دسمبر 1896ء پڑھا جائے۔

آخر کیا کرے! ......

طارقؔ احمد مرزا۔ آسٹریلیا

بے خُدا انسان آخر کیا کرے ۔۔۔ بے لقاء وجدان آخر کیا کرے
جس طرف دیکھیں نظر آتا ہے وہ ۔۔۔ دیدۂ حیران آخر کیا کرے
اُس کے حسنِ لَم یَزَل کے سامنے ۔۔۔ لؤلؤ و مرجان آخر کیا کرے
عقل نے تو کہہ دیا کہ ہوش کر ۔۔۔ دل تو ہے نادان آخر کیا کرے
آپ کا کہنا بجا، لیکن یہاں ۔۔۔ آپ کا فرمان آخر کیا کرے
آپ کے قابو میں تو کُچھ بھی نہیں ۔۔۔ آپ کا اعلان آخر کیا کرے
کُفر کے فتوے نہ بیچے تو بھلا ۔۔۔ مولوی کی جان آخر کیا کرے
''دینِ مُلّا فی سبیلِ اللہ فساد'' [1] ۔۔۔ دَنگ ہے شیطان آخر کیا کرے
بیگناہوں پہ زمیں تنگ ہو چکی ۔۔۔ ''ارضِ پاکستان'' آخر کیا کرے
زلزلے پہ آ رہا ہے زلزلہ ۔۔۔ شہرِ آواران آخر کیا کرے [2]
خُشک سالی اور فصلِ بے ثمر ۔۔۔ سعیِ دہقان آخر کیا کرے
بیکراں دشتِ جنوں، تنہا سفر ۔۔۔ بے سروسامان آخر کیا کرے
ہے فصیلِ شہرِ دل زیر و زبر ۔۔۔ عقل کا دربان آخر کیا کرے
روک ڈالا گردشِ ایّام کو ۔۔۔ یاد کا طوفان آخر کیا کرے
دل تو منّت کشِ دوا ٹھہرا ۔۔۔ دردِ بے درمان آخر کیا کرے
آپ کا جی موہ لینے کے لئے ۔۔۔ بندۂ بے جان آخر کیا کرے
مَر کے طارقؔ ہو گئے ہم تو امَر ۔۔۔ عِشق میں اِنسان آخر کیا کرے

[1] علامہ اقبالؒ [2] بلوچستان کا شہر آواران

خدا کا قرب بندگانِ خدا کا قرب ہے اور خدا تعالیٰ کا ارشاد کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن اس پر شاہد ہے

خلافت روحانی ترقیات کا عظیم الشان ذریعہ

مکرم ظہیر احمد طاہر، جرمنی

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے ربّ کی تلاش میں سرگرداں ہوں، اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد اور رہنمائی کرتا ہے اور انہیں اپنے قرب اور محبت کی دولت سے مالا مال کر کے اپنے پیاروں میں شامل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)

''اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے۔''

قرآن کریم میں مومنوں کی ایک بڑی علامت اللہ سے محبت بیان فرمائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:166)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی محبت میں (ہر محبت سے) زیادہ شدید ہیں۔''

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بھی توحید الٰہی کا قیام اور بندوں اور خالق کے درمیان محبت کا رشتہ استوار کرنا ہوتا ہے۔ نبی اور مامور من اللہ اپنی اندھیری راتوں کی دعاؤں سے اپنی متبعین کے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید کے قیام اور محبت و قرب الٰہی کے نور سے لوگوں کے دلوں کو منور کرنے کے لئے وہ ایسی سکیمیں بناتا اور ایسی تحریکات جاری کرتا ہے جس سے آہستہ آہستہ اُس انقلاب کا راستہ ہموار ہوتا چلا جاتا ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہوتا ہے۔ نبی اور اُس کے خلفاء کی شمع کے گرد جمع ہونے والے پروانے اپنا سب کچھ اُس پر نثار اور نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوتے ہیں۔ وہ صدق و وفا کے پیکر بن کر اپنی زندگی کے آخری سانس تک اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ عبادت الٰہی اور دیگر تمام دینی احکامات پر عمل کرنے کی وجہ سے اُن کی روحانی قوتوں میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اس دنیا میں رہنے کے باوجود وہ دنیاداروں کے طور طریقوں کے برعکس زندگی گزارتے ہیں۔ اُن کے قول و فعل اور عمل سے روحانیت ہویدا ہوتی ہے۔ اور وہ اس پاک فرمان کی سچی تصویر بن جاتے ہیں کہ:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

متبعین خلافت اور منکرین خلافت کی زندگیوں میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ حلقۂ خلافت میں نہ آنے والے ایک غول، ایک بھیڑ، ایک منتشر انبوہ کی مانند ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی امام اور رہنما نہیں ہوتا۔ کوئی نظام نہیں ہوتا۔ اُن میں سے ہر ایک اپنی مرضی کے تابع جو چاہے، جب چاہے کر گزرتا ہے۔ اُن کی متفرق اور منتشر سوچیں دین اور دنیا کی بھلائی سے عاری ہوتی ہیں۔ وہ بغیر سوچے سمجھے جو من مانی کرتے ہیں اُس سے انتشار و خلفشار اور فساد اور بدامنی پھیلتی ہے اور لوگوں کے مصائب و مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کے برعکس خلافت کے ماننے والے اور بیعتِ خلافت کرنے والے ایک امام کے تابع فرمان ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ خلیفۂ وقت اُن کی علمی و روحانی ترقی کے لئے اور اُن کے تعلق باللہ میں اضافہ کے لئے آئے روز نئی سے نئی تحریکات جاری کرتا اور پروگرام بناتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر وہ حلقۂ خلافت سے منسلک نہ ہونے والے لوگوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ اُن میں ایک وقار اور سنجیدگی کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ایک نظم و ضبط کے تحت زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اُن کی عبادت کے طریقوں میں بھی نظم و ضبط ہوتا ہے۔ وہ اپنے امام کی ہر آواز پر ہر دم لبیک کہنے کی روح سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ اور ایک کے بعد ایک نئی تحریک اور نئے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے وہ ترقی کی ایسی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں جس سے دنیا اور اہل دنیا کو بے شمار فوائد ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور مخلصین

خلافت کے نمونہ کو دیکھ کر اُن کے اندر بھی مثبت سوچ اور پاک تبدیلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے......سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔''

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

حضرت اقدس علیہ السلام کے اس ارشاد سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ خلافت محض ایک انتظامی عہدہ نہیں۔ بلکہ ایک روحانی منصب اور مقام ہے۔ جس پر فائز شخصیت نبی اور رسول کی کامل متبع اور جانشین ہوتی ہے۔ وہ نبی کے کمالات، انوار اور فیوض و برکات کی وارث ہوتی ہے۔ ایسا وجود فنافی اللہ اور فنافی الرّسولؐ ہوتا ہے۔ وہ قال اللہ اور قال الرسولؐ پر من وعن عمل کرتا ہے۔ اطاعت باری تعالیٰ اور اطاعت رسولؐ میں مومنین کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ رکھتا ہے۔ اُس کے دل میں غیرت توحید اس قدر راسخ ہوتی ہے کہ وہ غیر اللہ سے نہ مرعوب ہوتا ہے اور نہ کسی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے اُس کا سرخم ہوتا ہے۔ اعلائے کلمہء حق کی خاطر وہ اپنی تمام خواہشات اور مرضیات کو قربان کر دیتا ہے۔ جب دنیا کے تاجور اور تاجدار اُسے راہِ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ حق کا پہاڑ بن کر اُن کے سامنے ڈٹ جاتا ہے اور اُس کے پائے ثبات میں ایک ذرّہ بھر لغزش نہیں آتی۔ وہ ایسا پاک دل، پاک باز اور صدق وصفا کا پیکر ہوتا ہے کہ اُسے دیکھ کر لوگ اپنی گناہ آلود زندگی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ خدائی تائید اور نصرت ہر ہر قدم پر اُس کے شامل حال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ O (التوبة: 119)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

جیسا کہ نبی اپنی قوت قدسیہ، اخلاقی اقدار کے اعلیٰ نمونہ، اپنی دعاؤں اور اپنی تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتا اور اپنے متبعین کی تربیت اس رنگ میں کرتا ہے کہ جس سے وہ خدا رسیدہ وجود بن جائیں۔ اسی طرح خلیفۂ وقت بھی اپنے متبعین اور اپنی بیعت کرنے والوں میں تمام اخلاقی اور روحانی اوصاف پیدا کرتا ہے۔ اُن میں عبادات کی حقیقی روح پھونکتا ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی وغمگساری کا جوہر اُن میں پیدا کرتا ہے۔ نبی کی قائم کردہ جماعت ایک طرف خدا اور رسول کی سچی اطاعت کرنے والی ہوتی ہے اور دوسری طرف وہ شمع خلافت کے پروانے بن کر خلافت کے پورے نظام میں شامل ہوتے اور خلیفۂ وقت کی جاری کردہ تحریکات پر دیوانہ وار عمل کرتے ہوئے شب وروز محنت وجانفشانی سے کام لیتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ مومنوں کے دل اس کے دل کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ مومنوں کو خلیفۂ وقت میں نبی کا عکس نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے ادنیٰ اشارہ پر تن من دھن قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں۔

نبی کے بعد خلیفہ بھی اُسی کی روشن کردہ روحانی شمع کا نور پھیلاتا ہے اور اُس کے ذریعہ تائید الٰہی اور نصرت خداوندی کے نشانوں کا پیہم ظہور ہونے لگتا ہے۔ جس سے اُس کے متبعین کے ایمان تازہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے دل اِس نور یقین سے بھر جاتے ہیں کہ ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اُس کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔ یوں ایک زبردست مضبوط روحانی نظام تشکیل پاتا ہے۔ جس کی ہر کڑی اور ہر حصہ میں اخلاقی اقدار اور روحانیت کا نور جلوہ گر نظر آتا ہے۔ الغرض نبی کے فیوض و برکات سے فیض یافتہ خلیفۂ وقت کے ذریعہ ایک ایسا مثالی معاشرہ اور روحانی جماعت ایک منارِ نور کی حیثیت سے دنیا میں قائم ہوتی ہے جو اپنے ماحول میں بھی نور افشانی کرتی ہے اور دنیا دار اُس کی مقناطیسی کشش اور روحانی انوار کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور ہوتے ہوتے یہ جماعت دنیا کے شرق وغرب اور شمال وجنوب میں پھیل جاتی ہے۔ یہی وہ مابہٗ الامتیاز ہے جو آج مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جاری ہونے والی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو حاصل ہے۔ جس کے ذریعہ انوار خلافت اور اُس کی تحریکات کی برکات چہار دانگ عالم میں پھیلتی چلی جارہی ہیں۔ اور ہزاروں لوگ اُس کی برکات سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ معاشرہ تھا جو خدا کے سب سے زیادہ محبوب اور مقدس رسول حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو سال پہلے قائم فرمایا تھا اور لاریب یہی مقصودِ تخلیق کائنات تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں ایسی انقلابی تبدیلی پیدا کردی کہ وہ جو شراب کے رسیا تھے۔ وہ پُرسوز دعائیں کرنے والے، پنجگانہ نمازوں کے عادی، تہجد گزار اور شب زندہ دار بن گئے۔ پھر جو اپنی خواہشات کے اسیر، اپنے نفس کے غلام اور خود غرضی اور ہوا و ہوس کے بندے تھے اُن میں ایسا انقلاب آیا کہ جب ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم ﷺ نے مہاجرین اور

انصار میں مواخات قائم فرمائی تو انصارِ مدینہ میں سے جس کے پاس دو باغ تھے اُن میں سے ایک باغ اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ جس کے پاس دو مکان تھے اُن میں سے ایک اپنے مہاجر بھائی کیلئے وقف کر دیا۔ حتّٰی کہ بعض انصار نے آنحضور ﷺ کو یہ پیش کش بھی کر دی کہ اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم اپنی دو یا دو سے زائد بیویوں میں سے ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے عقد میں دے دیں۔ اللہ اللہ! رسول اللہ ﷺ کے فیضِ صحبت نے ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں میں کیسا انقلاب پیدا کیا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے خون دینے والے، جاں نثار بن گئے۔

خلافت قربِ الٰہی کا وسیلہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ O (ال عمرٰن:105)

''اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔''

ایک حقیقی جماعت کا قیام محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے اذن سے ہی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر رحم فرماتے ہوئے، اپنے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو قائم کر کے ہمیں یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ اس جماعت اور اس امام عالی مقام کے جاں نثاروں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں روحانی ترقیات کے حصول کا ایک ذریعہ یہ بتایا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ (المآئدہ: 36)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے قرب کا وسیلہ ڈھونڈو۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں خلفائے عظام میں بھی یہ برکت منتقل کر دی جاتی ہے کہ وہ قربِ الٰہی کے حصول میں ممدو معاون ثابت ہوں۔ ان کے ساتھ مل کر اور ان کی اطاعت میں رہتے ہوئے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں قدم آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان کی فیض رساں صحبت سے روحانی ترقیات کا حصول ممکن ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جس کسی نے بھی اخلاص و وفا کے ساتھ خلافت کے دامن کو تھام کر اپنے نفس کو قربان کر دیا، وہ اور اس کی نسلیں خدا تعالیٰ کی محبت اور قرب کو پانے والی بنا دی گئیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ براہِ راست خلفاء کی رہنمائی کرتا ہے اس لئے ان کی صحبت اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے بعد سب سے زیادہ فیض رساں ہوتی ہے۔ وہ روحانی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔ خلفاء سے تعلق کی وجہ سے ایک مومن کے لئے خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت کی راہیں آسان ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت اس طرح سے چل رہا ہے کہ انسان تو انسان دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں اپنے ماحول کا اثر قبول کر رہی ہے اور ہر چیز ایک دوسرے پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ نیک صحبت انسان کو نیک اور بری صحبت برا بنا دیتی ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:۔

''برے ہم نشین اور اچھے ہم نشین کی مثال عطار اور لوہار کی ہے۔ عطار کے پاس بیٹھے گا تو وہ تجھے تحفہ دے گا یا تو اس سے خوشبو خریدے گا یا کم از کم تجھے پہنچ جائے گی۔ اگر لوہار کے پاس بیٹھو گے تو کپڑے جلیں گے یا پھر دھوئیں اور گلے سڑے پانی کی بو تجھے تکلیف دے گی۔'' (مسلم کتاب البر والصلة)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ فضل اور برکت صحبت میں رہنے سے ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہؓ بیٹھے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ۔ گویا صحابہؓ خدا کا رُوپ ہو گئے۔ یہ درجہ ممکن نہ تھا کہ اُن کو ملتا اگر دُور ہی بیٹھے رہتے۔ یہ بہت ضروری مسئلہ ہے۔ خدا کا قرب، بندگانِ خدا کا قرب ہے اور خدا تعالیٰ کا ارشاد كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ (التوبہ :119) اس پر شاہد ہے۔ یہ ایک سِرّ ہے جس کو تھوڑے ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 351۔ ایڈیشن 2003ء)

صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی

حضور علیہ السلام بدصحبت اور صحبت صالحین کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اصلاحِ نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ

(التوبۃ:119) یعنی جولوگ قولی، فعلی، عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں اُن کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ (التوبۃ:119) یعنی ایمان والو۔ تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا مَیں زنا کرتا ہوں؟ اسے کہنا چاہئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پیئے گا۔

پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آ جائے گا...... لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقعہ ملا۔ اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی باتیں سُنیں تو اُن میں سے صدہا مسلمان ہو گئے۔ جب تک انہوں نے آپ ﷺ کی باتیں نہ سنی تھیں اُن میں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپ کے حُسن و جمال پر اُن کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی۔ اور جیسا کہ دوسرے لوگ کذّاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے اور اُن فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپ لے کر آئے تھے اس لیے کہ دُور تھے۔ لیکن جب وہ حجاب اُٹھ گیا اور پاس آ کر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد3 صفحہ 505-506۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر دوسرا اس منصب کے سزاوار اس وقت ہرگز نہیں ہوتا۔ کیسی آسان بات تھی کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہے مصلح مقرر کردے۔ پھر جن لوگوں نے خدا کے ان مامور کردہ منتخب بندوں سے تعلق پیدا کیا انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کی پاک صحبت میں ایک پاک تبدیلی اندر ہی اندر شروع ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی آرزو پیدا ہونے لگتی ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 226)

خدا تعالیٰ کے مقربین کی پاک صحبت اور قوتِ قدسیہ کی برکت سے انسان کے اندر نیکیوں کے لئے ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کا دل بدیوں سے متنفر ہو کر اُن سے بہت دُور ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کا فضل اُس کی رہنمائی کرتے ہوئے اُسے امن کے اُس مقام میں داخل کر دیتا ہے جہاں وہ روحانی تاثیرات سے حصہ پا کر اسی دنیا کی زندگی میں نفس مطمئنہ کے مقام کو پالیتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّھُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ

(العنکبوت:10)

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا ہے:۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ لا یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ O

(البقرۃ:258)

"اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں۔ وہ ان کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں"

دراصل نیک لوگ صادق القول یعنی سچی بات کہنے والے اور صادق العمل یعنی نیک اور صحیح عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی مرضی اور رضا کے مطابق گزارتے ہیں۔ اس لئے جو پاک فطرت انسان ان کی صحبت اختیار کرے گا۔ وہ ان کی روحانی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دنیا کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جتنے بھی بڑے بڑے بدنام یا بری شہرت کے مالک لوگ دنیا میں گزرے ہیں وہ پیدائشی طور پر برے نہیں تھے بلکہ معاشرے اور بری مجالس نے انہیں بُرا بنا دیا۔ فارسی زبان کا ایک قول ہے کہ

صحبتِ صالح تُرا صالح کُند
صحبتِ طالح تُرا طالح کُند

یعنی نیک صحبت میں رہنا نیک کر دیتا ہے اور بری صحبت میں بیٹھنا برا بنا دیتا ہے۔

لہٰذا ہماری تمام کامیابیوں، کامرانیوں اور دنیوی و دینی ترقیات کا راز خلیفۂ وقت کے ساتھ غیر مشروط تعلق میں پنہاں ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا پیارا خدا ہم سے راضی ہو اور اُس کے پیار کی پیار بھری نگاہیں ہمارے اوپر پڑیں تو اس کے لئے خلیفۂ وقت سے اپنا تعلق مضبوط کرنا ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ فرماتے ہیں:۔

''جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے اُنہیں نہیں بتاتا۔ پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو۔ جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے۔ اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہوگی...... وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ کرے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے۔''

(الفضل 20/اکتوبر 1946ء)

ہمارا تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام یعنی خلافت سے پورے طور پر استفادہ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی صالحین کے گروہ میں شامل کر دیا اور انہیں روحانی طور پر بلند کیا اور ان کی اولادمیں بھی اس فیض اور مقبول خدمت دین کے انعام کو منتقل کیا۔ تاریخ احمدیت بھی ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:۔

''میری آرزو ہے کہ میں تم میں ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محبّ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو۔ میرے مولیٰ نے بلا امتحان اور بغیر مانگنے کے بھی مجھے عجیب عجیب انعامات دیئے ہیں۔ جن کو میں گن بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمیشہ میری ضرورتوں کا آپ ہی کفیل ہوا ہے۔ وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور آپ ہی کھلاتا ہے۔ وہ مجھے کپڑا پہناتا ہے اور آپ ہی پہناتا ہے۔ وہ مجھے آرام دیتا ہے اور آپ ہی آرام دیتا ہے۔ اس نے مجھے بہت سے مکانات دیئے ہیں۔ بیوی بچے دیئے۔ مخلص اور سچے دوست دیئے۔ اتنی کتابیں دیں کہ دوسرے کی عقل دیکھ کر ہی چکر کھا جائے۔ پھر مطالعہ کے لئے وقت، صحت، علم سامان دیا۔ اب میری آرزو ہے اور میں اپنے مولیٰ پر بڑی بڑی امید رکھتا ہوں کہ وہ یہ آرزو بھی پوری کرے گا کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے والے، محمد رسول اللہ ﷺ کے کلام سے محبت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے خاتم النبیین کے سچے متبع ہوں۔ اور تم میں سے ایک جماعت ہو جو قرآن مجید اور سنتِ نبوی پر چلنے والی ہو۔'' (حیات نور صفحہ 470-471)

ملائکہ سے فیوض حاصل کرنے کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کا یہ ارشاد مبارک بھی بہت توجہ کے لائق ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''ملائکہ سے فیوض حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء سے مخلصانہ تعلق قائم رکھا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ ......طالوت کے انتخاب میں خدائی ہاتھ کا ثبوت یہی پیش کیا گیا ہے کہ تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نئے دل ملیں گے جن میں سکینت کا نزول ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کے ملائکہ اُن دلوں کو اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ گویا طالوت کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے نتیجہ میں تم میں ایک تغیر عظیم واقع ہو جائے گا۔ تمہاری ہمتیں بلند ہو جائیں گی۔ تمہارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے گا۔ ملائکہ تمہاری تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں میں استقامت اور قربانی کی روح پھونکتے رہیں گے۔ پس سچے خلفاء سے تعلق رکھنا ملائکہ سے تعلق پیدا کر دیتا اور انسان کو انوارِ الٰہیہ کا مہبط بنا دیتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 561)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد بندے اور خدا میں تعلق پیدا کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

☆......''انسان کے اس دنیا میں آنے کا یہی مقصد قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی بعثت کا بہت بڑا مقصد یہی بتایا ہے کہ بندے اور خدا میں ایک زندہ تعلق قائم کیا جائے۔ پس ہر احمدی باقاعدہ نمازیں پڑھنے والا ہو اور ہونا چاہئے اور اس کی نمازیں ایسی نہ ہوں جو سر سے بوجھ اتارنے والی ہوں بلکہ ایک فرض سمجھ کر ادا کی جائیں جس کے بغیر زندگی بے کار ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پوری دنیا کو احمدیت کی آغوش میں لے آئیں گے تو ہمیں پتہ ہونا چاہئے کہ احمدیت کیا ہے۔ احمدیت اصل میں

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق خدا تعالیٰ جو واحد و یگانہ ہے اس کی حکومت لوگوں کے دلوں پر قائم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکومت دلوں میں اس وقت قائم ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زمینی و آسمانی چیز سے بالا سمجھا جائے اور اس کی ہستی کو سب چیزوں سے بالا سمجھتے ہوئے حقیقی رنگ میں اس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت کی جائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 9/ مئی 2008ء صفحہ 5)

خلافت کے انعام سے فائدہ اٹھانے کے لئے قیام نماز سب سے پہلی شرط ہے

☆......''قرآن کریم میں جہاں مومنوں سے خلافت کے وعدے کا ذکر ہے اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور: 57) اور تم سب نمازوں کو قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اس رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ پس یہ بات ثابت کرتی ہے کہ خلافت کے انعام سے فائدہ اٹھانے کے لئے قیام نماز سب سے پہلی شرط ہے۔ پس مَیں جو یہ اس قدر زور دے رہا ہوں کہ ہر احمدی، مرد، جوان، بچہ، عورت اپنی نمازوں کی طرف توجہ دے تو اس لئے کہ انعام جو آپ کو ملا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ آپ فائدہ اٹھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق خلافت کا یہ سلسلہ تو ہمیشہ جاری رہنے والا ہے لیکن اس سے فائدہ وہی حاصل کریں گے جو خدا تعالیٰ سے اپنی عبادتوں کی وجہ سے زندہ تعلق جوڑیں گے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 09/مئی 2008ء صفحہ 6)

☆......''جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص سچے جوش اور پورے صدق اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ ایسے عبادت کرنے والے کبھی ضائع نہیں ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کی نسلیں بھی شیطان کے شر سے بچی رہیں گی اور خلیفۂ وقت کی دعائیں ان کے حق میں اور ان کی دعائیں خلافت کے حق میں پوری ہوتی رہیں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو ایسے لوگ عطا فرمائے ہوئے ہیں جو اس کی عبادت کرنے والے ہیں تبھی تو خلافت کے انعام سے بھی ہم فیضیاب ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ عبادت گزاروں کے لئے تمکنت دین کے سامان خلافت کے ذریعہ پیدا فرماتا چلا جائے گا۔ لیکن میں پھر اس بات کو دہراؤں گا کہ ہر ایک کو اپنے آپ کو اس گروہ میں شامل کرنے اور شامل رکھنے کے لئے خود بھی کوشش کرنی ہوگی۔

......پس یہ معیار جو آپ نے قائم کرنے کی کوشش کی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ خلافت احمدیہ سے آپ کو محبت ہے۔ کمزور سے کمزور احمدی کے دل میں بھی اس محبت کی ایک چنگاری ہے جس نے اس دن اپنا اثر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ پیدا ہوئی تا کہ خلافت احمدیہ کے قیام اور استحکام کے لئے دعائیں کریں۔ پس اس چنگاری کو شعلوں میں مستقل بدلنے کی کوشش کریں۔ اس کو کبھی ختم نہ ہونے دیں۔ ان شعلوں کو آسمان تک پہنچانے کی ہر احمدی کو ایک تڑپ کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فیض سے فیضیاب ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فیض یافتہ گروہ کا حصہ بننے کا ذریعہ ہے...... ہر ایک اپنے خدا سے اپنے سجدوں میں پھر یہ عہد کرے کہ جو مثال ہم نے 27/مئی کو قائم کی تھی، جس طرح دعاؤں اور عبادتوں کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ کے احسان سے توجہ پیدا ہوئی تھی اسے ہم اپنی زندگیوں کا دائمی حصہ بنانے کی کوشش کریں گے تا کہ ہمارا شمار ہمیشہ ان لوگوں میں ہوتا رہے جو خدا تعالیٰ کے سچے عابد ہیں اور جن کے ساتھ خدا تعالیٰ کا خلافت کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 18/جولائی 2008ء صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت احمدیہ، نبوت کے جاری فیوض کا ایک چشمۂ رواں ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت مومنین کو عطا ہوا ہے۔ افراد جماعت کے سوا کون اس حقیقت کو جان سکتا ہے کہ خلافت کے دامن سے وابستہ ہونے کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں جو خوشی اور اطمینان دوڑ رہا ہے اس کا مقابلہ کوئی دوسری خوشی نہیں کر سکتی۔

پس خلافت احمدیہ ہی اللہ تعالیٰ کی وہ مضبوط رسی ہے جس کے ساتھ وابستگی میں رضائے الٰہی کا راز پنہاں ہے۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ مضبوطی سے چمٹ جانے میں تمام روحانی ترقیات کا حصول ممکن ہے اور خلافت کے شجر سایہ دار کے نیچے پناہ گزیں ہو کر ہی اخروی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

" گلستان ہرا بھرا " ۔۔۔۔ایک تعارف

'' گلستان ہرا بھرا'' جناب مبشر احمد کا مختصر مجموعہء کلام ہے جو منظرِ عام پر آ رہا ہے۔شعر گوئی قدرت کی عطا اور انعامِ خداوندی ہے۔اگر چہ شعورِ شعر و سخن بھی قابلِ تحسین ہے لیکن اچھے اور مؤثر شعر خونِ جگر کی آبیاری سے ہی معرضِ وجود میں آتے ہیں۔بقول ساغر صدیقی ؎

جگر کے خون سے ہوتی ہے شاعری ساغر　　　عروض ہی سے فقط شاعری نہیں ہوتی

یہ درست ہے کہ شاعری میں قواعد وضوابط جزوِ لا ینفک ہیں لیکن محض عروض ہی کافی نہیں خونِ جگر کی بھی ضرورت لازماً ہوتی ہے۔یوں تو جناب مبشر گزشتہ چھ دہائیوں سے زائد عرصہ سے شعر و سخن سے وابستہ ہیں اور زمانہء طالب علمی سے شعر کہہ رہے ہیں لیکن اب جا کر ان کا پہلا مجموعہ کلام '' گلستان ہرا بھرا '' شائع ہوا ہے اور دوسرا مجموعہء کلام جو غزلیات اور نظموں پر مشتمل ''سنگِ آستاں'' کے نام سے اشاعت کے آخری مراحل سے گزر رہا ہے اور عنقریب قارئین وشائقین شعر و سخن کے ہاتھوں میں ہوگا۔

زیرِ نظر مجموعہء کلام '' گلستان ہرا بھرا'' صرف سرسٹھ(67)صفحات پر مشتمل کتابچہ ہے جس میں ایک حمد ایک نعت دو قطعات اور اکیس (21) نظمیں ہیں۔کتاب کا عنوان اس میں شامل ایک نظم سے لیا گیا ہے جو شر پسندوں ۔مفسدوں اور نام نہاد علما اور ان کے چیلے چانٹوں کی غیر اسلامی،غیر اخلاقی اور حیا سوز کارستانیوں کا برملا اظہار کرتی ہے۔ اس نظم کا آخری شعر خصوصیت سے مخالفینِ احمدیت کا جماعت کے خلاف پیدا کردہ طوفانِ بدتمیزی اور ریشہ دوانیوں کا مظہر ہے۔شعر دیکھئے: ؎

نوچو گے اک گلاب،یا مَسلو گے یاسمن　　　مہکے گا اور بھی یہ گلستاں ہرا بھرا

یہ بظاہر عام اور سادہ سا شعر ہے لیکن ہے بہت ذومعنی۔یہ نہ صرف مذہب کے نام پر ظلم و بربریت کی تصویر کشی کر رہا ہے بلکہ امید و کامرانی کی کہکشاؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے ترقیات کے ابواب وا کرتا دکھائی دے رہا ہے۔اس مجموعے میں شامل اکثر اشعار قنوطیت کی بجائے شمعِ امید ضَوفشاں کرتے نظر آرہے ہیں۔اس تعارف میں صرف چند ایک نظموں کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔قارئین خود پڑھ کر استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔نظم 'پیدائش سے پہلے' میں جناب مبشر نے انسانی تخلیق کی لحہ بہ لحہ ارتقائی منازل کو باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے اجاگر کیا ہے۔نظم پڑھتے ہوئے دھیان اس مشفق ہستی کی طرف چلا جاتا ہے جس کے رحم میں حیرت انگیز تخلیق پروان چڑھتی ہے اور جو اپنے خون سے اس کی آبیاری کر رہی ہوتی ہے۔اسی طرح خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا عمدہ اور برمحل نقشہ کھینچا گیا ہے جسے دیکھ کر انسان کے اندر شکر گزاری کے جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔

نظم '' آئینِ نَو ''میں کھل کر ایک ڈکٹیٹر کے آرڈیننس کی شقیں بیان کی ہیں۔یہ شعر بھی عمدہ اور مناسب حال ہے: ؎

گر تم نے محمدؐ کو نبی سچا کہا تو　　　اسلامی حکومت کو ہے اس سے بڑا خطرہ

شعر پڑھ کر جنرل ضیاءالحق کے 1984ء کے آرڈیننس کی طرف نظر اٹھ جاتی ہے جس سے متعلق فیض احمد فیض نے کہا تھا ؎

ان کو اسلام کے مٹ جانے کا ڈر اتنا ہے　　　کہ وہ کافر کو مسلماں نہیں ہونے دیتے

جناب مبشر کے کلام میں زبان و بیان کی چاشنی اور سلاست و روانی ہے جو ان کے کلام کو تازگی بخشتے ہوئے قارئین کو پڑھنے کی ترغیب دیتی ہے۔اس ضمن میں خصوصیت سے نظم ''المصلح الموعود ''عمدہ مثال ہے جس کا ہر شعر اثر انگیز ہے۔پیشگوئی کو مؤثر انداز سے اس طرح بیان کیا ہے کہ بیشتر صفات اجاگر ہوتی نظر آرہی ہیں۔یہ شعر غور طلب ہے ؎

وہ بابِ علومِ روح وبدن،وہ جانِ فنون وشعر و سخن　　　وہ نازِ جنون و عشق ولگن،کس شان سے لامحدود ہوا

بظاہر مختصر مجموعہء کلام ہے لیکن اچھے اور دلچسپ رنگ میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ انکی اپنی متاع ہے۔ان متشاعروں کی طرح نہیں جو ڈالر کے بل بوتے پر راتوں رات مجموعے چھپوا لیتے ہیں اور پھر دندناتے ہوئے داد وصول کر رہے ہوتے ہے۔" گلستان ہرا بھرا " تصاویر سے بھی مزین کیا گیا ہے۔نظم سے پہلے تصویر نہ صرف نفسِ مضمون پر دلالت کرتی ہے بلکہ ما فی الضمیر کا اظہار بھی کرتی ہے اور پڑھنے سے قبل ہی قاری کے ذہن و دماغ کو متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔ممکن ہے کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں ہدفِ تنقید بنیں لیکن دیگر خوبیوں کے مقابل انہیں نظر انداز کیا جانا ضروری ہے۔

" گلستان ہرا بھرا " کی کامیاب اشاعت پر میں جناب مبشر کو پرخلوص دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

صادق باجوہ۔میری لینڈ

یونہی گزریں ہزاروں سال یہ لب پر دُعا رکھنا

ارشاد عرشی ملک

arshimalik50@hotmail.com

خلافت کی محبت میں دلوں کو یوں فنا رکھنا
کوئی مسلک اگر رکھنا تو تسلیم و رضا رکھنا

سمعنا اور اطعنا میں چھپی روحِ خلافت ہے
یہ نکتہ بھول مت جانا اسے دِل میں بسا رکھنا

بہت سے ابتلا آئیں گے ہمت ہار مت دینا
سدا با حوصلہ رہنا سدا خوئے وفا رکھنا

خدا کے فضل و احساں سے بہاریں ان گنت آئیں
بہاریں ان گنت آئیں گی دروازہ کھلا رکھنا

گیارہ سال پورے ہو گئے ہیں دورِ خامس کے
یونہی گزریں ہزاروں سال یہ لب پر دُعا رکھنا

یہ لعل بے بہا ہے گوہر نایاب ہے پیارو
خلافت کی حفاظت اپنی جانوں سے سوا رکھنا

اگر منصب خلافت کا کبھی قربانیاں مانگے
تو جان و مال، وقت اولاد، ہر شئے کو فدا رکھنا

یہ راہِ عشق ہے اہل یقیں کی رہگزر ہے یہ
نہ دل میں وسوسہ رکھنا نہ لب پر چوں چرا رکھنا

طبیعت میں تدبر ہو، تحمل، بردباری ہو
تم اپنے نفس کے جوشوں کو غصے کو دبا رکھنا

شہادت دو عمل سے جب بھی اقرارِ وفا باندھو
فقط لفظی شہادت پر نہ ہرگز اکتفا رکھنا

جو اقرار بیعت باندھا ہے یوں اس کو نبھانا ہے
جلا کر کشتیاں ساری خدا کا آسرا رکھنا

خدا کے در پہ رونا، گڑگڑانا عاجزی کرنا
کسی انسان کے آگے نہ دست التجا رکھنا

خدا مالک، خدا رازق وہی ہے کارساز اپنا
نہ اس کے ماسوا اپنا کوئی حاجت روا رکھنا

تم اپنی خواہش و مرضی دبا لینا، مٹا دینا
رضائے قادرِ مطلق میں ہی اپنی رضا رکھنا

جو مخلوقِ خدا سے معاملہ کرنا پڑے تم کو
بھلا کر اپنے سب سود و زیاں خوفِ خدا رکھنا

تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں کمزوریاں اپنی
سو استغفار سے دن رات ہونٹوں کو سجا رکھنا

یہ تیرِ بے خطا ہے نسخہء اکسیر ہے پیارو
خدا کے در پہ پھیلائے ہوئے دست دعا رکھنا

اگر تقویٰ پہ عرشی مرد و زن قائم رہے دائم
خلافت دائمی ہوگی سو خود کو پارسا رکھنا

رمضان المبارک۔خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور تزکیہ نفس کا مہینہ ہے

امام سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانانِ عالم اس وقت ایک نہایت بابرکت مہینہ سے گزر رہے ہیں جسے رمضان المبارک کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ مسلمان بڑے ذوق اور شوق سے اس کا انتظار کرتے ہیں۔ تاکہ ان بابرکت ایام میں وہ خدا کے زیادہ قریب ہو جائیں اور اپنے نفوس میں تقویٰ وطہارت پیدا کرسکیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن کریم نے اسی مضمون کو رمضان کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! رمضان کے روزے تم پر اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح کہ پہلی امتوں یا پہلے مذاہب کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لعلکم تتقون تاکہ تم روزہ کے ذریعہ برائیوں سے بچ سکو۔ روزہ کو ڈھال بنا سکو ہر اس مخالف چیز کے مقابل جو خدا سے دور لے جانے والی ہو۔

گویا رمضان کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ اور تقویٰ کہتے ہیں خدا سے ڈرنے کو۔ یعنی کوئی ایسا کام انسان سے سرزرد نہ ہو جائے جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو۔

روزہ کس طرح رکھنا چاہئے؟ یہ ایک عام سا سوال ہے مگر اس کا جواب قدرے مشکل ہے۔ عام طور پر لوگ صبح سویرے اٹھ کر پراٹھوں، دہی، انڈوں، گوشت، سبزی، چائے، لسی اور مختلف قسم کے لوازمات سے خوب پیٹ بھرتے ہیں اور پھر اتنا بڑا بھاری کھانا کھانے کے بعد وہ سو جاتے ہیں۔ سونے کے بعد جوں جوں دوپہر ڈھلتی ہے وہ افطاری کے لوازمات اور افطاری کے انتظار میں گن گن کر گھڑیاں گزارتے ہیں۔ گویا ان کا سارا مقصد روزے کا سوائے کھانے اور پینے کے اور کچھ نہیں ہے؟ ہمارے پاکستانی ٹی وی پر بھی اگر دیکھا جائے تو جو اشتہار بازی ہو رہی ہے اس کا یہی مقصد سامنے آتا ہے کہ بس رمضان تو کھانے پینے کے لئے ہی آیا ہے۔ اور یہ مصرعہ سامنے آتا ہے ؏

محبت بھی تجارت ہوگئی ہے

یعنی خدا تعالیٰ سے محبت کو اور خدا کے اس مقدس مہینہ کو محض اپنے تجارتی فائدہ کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ یہ تو روزہ نہیں ہے۔ روزہ کے کچھ شرائط ہیں۔ روزہ تو اس طرح رکھنا چاہئے جس طرح احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے روزے کے بارے میں آتا ہے۔

پھر بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ روزہ تو رکھ لیا ہے مگر اپنے اپنے کاروبار میں وہی بے ایمانی۔ وہی جھوٹ بولنا۔ گاہکوں سے جھگڑا، نیت کا خراب ہونا۔ یا اسی قسم کی کچھ اور حرکتیں۔ ان سب سے روزہ خراب ہو جاتا ہے یعنی روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا، گالی گلوچ کرنا۔ جھگڑا کرنا۔ بدزبانی کرنا۔ برے اخلاق سے پیش آنا۔ یہ سب کچھ روزے کے مقاصد کے خلاف ہے۔ ہاں اگر تم سے کوئی بدزبانی کرے۔ گالی گلوچ کرے۔ اونچی آواز میں بولے۔ تو کہہ دو بھائی میں تو روزے سے ہوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہوتا جو تم کر رہے ہو یا جو تم چاہتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا روزہ کس طرح ہوتا تھا؟

آنحضرت ﷺ اپنے روزہ کو نماز تہجد سے شروع فرماتے۔ نماز تہجد کے بارہ میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ 11 رکعات نماز تہجد ادا کرتے۔ 8 نفل اور 3 وتر۔

آج کل نماز تراویح کا رواج ہے، نماز تراویح میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔ تاکہ قرآن سننے کی برکتیں حاصل ہوسکیں اور جس سے خدا تعالیٰ کا تم پر رحم نازل ہوگا مگر نماز تہجد کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ کہ وہ وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ آدھی رات کے بعد اللہ تعالیٰ ورلے آسمان سے منادی کرتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے

اپنے گناہوں کی بخشش چاہے میں اسے بخش دوں اور یہ منادی صبح تک جاری رہتی ہے۔ پس روزہ نماز تہجد سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق شروع کریں۔ کیونکہ اس وقت کی کی ہوئی دعا قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ نہیں کہ سوئے بھی رہو اور دعائیں بھی قبول ہو جائیں۔ جاگنے کے وقت جاگو اور سونے کے وقت سوؤ۔

نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد حضور ﷺ سحری تناول فرماتے تھے۔ سحری میں بھی کوئی تکلف نہ تھا جو میسر آ گیا کھالیا۔ کھجوریں۔ ستو، یا کھانا جو بھی میسر ہوا آپ نے تناول فرمایا۔

پھر پانچوں نمازیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ پانچوں نمازوں کی باجماعت ادائیگی کا التزام فرماتے تھے۔ اور یہی ہمیں بھی کرنا چاہیے۔ صرف کھانا پینا چھوڑ دینا ہی روزہ نہیں ہے بلکہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ روزہ رکھنا چاہئے۔ اگر روزہ رکھ لیا اور نماز نہ پڑھی تو کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ تو اپنے آپ کو بھوکا اور پیاسا رکھنے والی بات ہوئی۔ کئی ممالک ایسے غریب ہیں کہ انہیں کئی کئی وقتوں کا کھانا میسر نہیں ہوتا۔ تو کیا وہ روزے سے ہیں۔ پس روزے کو اس کی شرائط کے ساتھ رکھیں۔ اور اس میں نماز تہجد۔ پانچوں نمازوں کی باجماعت ادائیگی۔ سوائے کسی اشد مجبوری کے باجماعت نماز ادا نہ ہو سکے تو الگ بات ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت

احادیث میں سب نے پڑھا ہوگا یا اس بات کا علم رکھتے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال نازل شدہ قرآن کریم کی تلاوت حضرت جبرائیل کے ساتھ مل کر کیا کرتے تھے۔ اور وفات کے سال میں قرآن کریم کی دو مرتبہ جبرائیل کے ساتھ دوہرائی ہوئی ہے۔ تو تلاوت قرآن کریم کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس کا بھی رمضان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ کم از کم ایک دفعہ تو ضرور قرآن کریم کا دور مکمل کر لینا چاہئے۔

ذکر الٰہی میں مصروف رہنا

نمازوں کے علاوہ۔ تلاوت قرآن کریم کے علاوہ ایک اور اہم چیز ذکر الٰہی ہے۔ احادیث میں مختلف اذکار کا ذکر ہے۔ جو بھی آپ کی پسند ہو۔ عموماً ذکر الٰہی میں قرآن کریم کی دعاؤں کے علاوہ۔ **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** ضرور پڑھیں۔ احادیث میں اس کے بارے میں بڑی برکات بیان ہوئی ہیں۔ کہ یہ بڑے چھوٹے کلمے ہیں مگر وزن میں بہت زیادہ ہیں اور خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ پس ان کلمات کا ورد کرنا خدا کو بہت محبوب ہے۔

درود شریف کا پڑھنا

لوگ بعض اوقات فون پر سوال کرتے ہیں کہ کون سا وظیفہ پڑھنا چاہئے یا کون سا ذکر ہمیں آنا چاہیے۔ دیکھیں اس کے لئے ہمیں قرآن کریم کی طرف ہی متوجہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **اقم الصلوٰۃ لذکری** کہ میرے ذکر کے لئے نماز پڑھیں۔ نماز سب سے بڑا ذکر ہے۔ خطبہ ثانیہ جو جمعہ کے دن ہوتا ہے پڑھتے ہوئے آخر میں امام کہتا ہے **ولذکر اللّٰہ اکبر** کہ خدا کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ تو اس وقت کیا ہوتا ہے نماز پڑھی جاتی ہے، باجماعت۔ تو نماز پڑھیں۔ نوافل پڑھیں۔ تلاوت قرآن کریم کریں۔ استغفار پڑھیں۔ اور درود شریف کثرت سے پڑھیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شخص بڑا ہی کنجوس اور بدبخت ہے کہ جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس دفعہ اس پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

پس رمضان میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھیں۔ کہ آپ کا جسم اور روح اس سے معطر ہو جائے۔ یہ درود آپ کی طرف سے تحفہ کے طور پر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔

میں نے آپ کو یہ واقعہ پہلے بھی سنایا ہے اب بھی سنا دیتا ہوں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، مگر آپؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کا امتی ہوں اور علماء نے کہا ہے کہ آپ اپنے امتیوں کو برحق پہچانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ علماء نے برحق کہا ہے لیکن تم نے درود پڑھ کر مجھے اپنی پہچان نہیں کرائی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے اپنی عادت بنالی کہ ہر روز کثرت سے درود پڑھنے لگ گیا اور پھر ایک رات آنحضرت ﷺ اس کے خواب میں آئے اور فرمایا اب میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تو کثرت سے درود پڑھیں یہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا محبّ بنائے گا اور جب آپ رسول اللہ کے محبّ بن جائیں گے تو پھر خدا کے محبوب بن جائیں گے۔

خدا کی راہ میں مالی قربانی

مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ ایک اور اہم بات جس کا احادیث میں ذکر ہے وہ غرباء پروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں آتا ہے آپ بہت غرباء پروری فرماتے۔ کسی سائل کو ردّ نہ فرماتے۔ آپ کی سخاوت اور مالی قربانی رمضان

میں تیز آندھی جیسی ہو جاتی تھی۔ ہر کس و ناکس کو آپ عنایت فرماتے۔ پس رمضان میں خدا کی خوشنودی کی خاطر مالی قربانی بھی کثرت سے کرنی چاہئے۔ غرباء کا خیال رکھنا چاہئے۔ فی الحقیقت رمضان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس بھوک اور پیاس سے جو آپ کو روزہ میں لگتی ہے وہ احساس دلانا مقصود ہے کہ غریب لوگ جنہیں کھانا میسر نہیں وہ کس طرح اپنا وقت گزارتے ہیں۔ ان کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے۔

اسی لئے رمضان میں صدقۃ الفطر مقرر کیا گیا ہے۔ میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ جب تک انسان صدقۃ الفطر کی ادائیگی نہیں کرتا اس کی عبادتیں زمین و آسمان کے درمیان میں معلق رہتی ہیں۔ آگے بڑھتی ہی نہیں کہ قبولیت کا درجہ پائیں۔ مطلب واضح ہے کہ غرباء کا خیال رکھیں۔

افطاری کا وقت

ایک اور بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ شام ڈھلے افطاری کا وقت ہو جائے تو وہ وقت باتوں میں یا تعلقات بڑھانے میں یا فضول باتوں میں ہرگز ہرگز ضائع نہ کرنا چاہئے۔ بعض لوگ تو آخری گھنٹہ قریباً افطاری کے انتظار ہی میں گزار دیتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا قبولیت کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے اس وقت علیحدگی میں بیٹھ کر خوب دعا کرنی چاہئے۔ آج عالم اسلام کئی قسم کی مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ مسلمان ممالک میں ناقابل یقین بے چینی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی پریشانیوں اور بے چینیوں کو دُور فرمائے اور امت مسلمہ پر رحم فرمائے انہیں ہدایت دے۔ اور امام الزمان کی پہچان کی توفیق دے۔ وطن عزیز پاکستان کے لئے بھی خاص دعا کریں کہ جن جن مشکلات نے وہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں خدا تعالیٰ ان سے نجات دے۔ اور وطن عزیز کے مکینوں پر بھی رحم فرمائے اور انہیں بھی صراط مستقیم نصیب ہو۔ بیماروں کے لئے بھی دعائیں کریں۔ حاجت مندوں کے لئے بھی دعائیں کریں۔ عزیز و اقارب۔ دوستوں۔ ماں باپ۔ بیوی بچوں کے لئے دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ سب کو تقویٰ کی راہوں پر چلائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قرب انہیں نصیب ہو۔ آمین۔

دعاؤں کا دائرہ بھی بڑھائیں

اپنی دعاؤں کا دائرہ بھی بڑھائیں۔ یعنی ان کے لئے تو دعائیں کریں ہی جنہوں نے آپ کو دُعا کے لئے کہہ دیا ہے ان کے لئے بھی کریں جن لوگوں نے آپ کو دعا کے لئے نہیں کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی انسان اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے جو غائب ہے تو اللہ کے فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ تو اس کے لئے بھی ایسا ہی کردے۔ تو فرشتوں کی دعاؤں کے تم خود مستحق بن جاتے ہو۔ یہ مہینہ دعاؤں کا مہینہ بھی ہے۔ کثرت سے دعائیں کرتے رہیں۔ اور اپنا وقت یادِ الٰہی اور دعاؤں میں اس رنگ میں گزاریں کہ آپ دوسروں کے لئے دعائیں کر رہے ہوں۔ مگر ایک بات یاد رہے کہ ''دکھاوے کے دعا گو نہ بنیں'' دعا میں عاجزی و انکساری رہے۔ جو کام دکھاوے کے لئے کیا جاتا ہے وہ خراب اور ضائع ہو جاتا ہے۔ خدا نے تو ایسے نمازیوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جو دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ پس ہر وقت خدا تعالیٰ سے ترساں رہو کہ کوئی ایسا عمل نہ ہو جائے جو دکھاوے کی زد اور صف میں آ جائے اور جو حبط اعمال بن جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا بھی پڑھیں۔ اے اللہ میرا دل منافقت سے پاک کر دے اور میرا عمل ریاء سے پاک ہو اور میری زبان جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دے۔ آمین۔

1979ء کی مجلس مشاورت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

بعض چھوٹی چھوٹی باتیں اس وقت میں اپنی اس مجلس کی روایات کے متعلق بھی بتانا چاہتا ہوں۔

☆......ہماری شوریٰ کی یہ روایت ہے کہ ہم یہاں ننگے سر نہیں بیٹھتے۔

☆......ہم آپس میں باتیں نہیں شروع کر دیتے

☆......جو بھی اچھا خیال کسی کے ذہن میں آئے کسی موضوع پر جو زیر بحث ہو وہ آرام کے ساتھ اور پیار کے ساتھ اور عقل کے ساتھ اس کا اظہار کرتا ہے ۔۔۔ شرما کے خاموش رہنے کی ضرورت نہیں اور بلاوجہ بولنے کی بھی ضرورت نہیں۔

☆......ہم تعمیری سوچ رکھتے ہیں۔ یعنی ہر بات جو ہے ہماری، ہر فعل کی طرح فائدہ مند ہے اپنے لئے، اپنوں کے لئے، انسانیت کیلئے، ساری دنیا کیلئے، آنے والی نسلوں کیلئے۔

☆......ہمیں یہ احساس ہے اور یہ احساس ہمیشہ زندہ رہتا ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی بھلائی اور خیر خواہی کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

ہمیں بڑی کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں ہمیشہ خصوصاً ان ایام میں۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1979ء صفحہ4، 7)

نظام خلافت کی اہمیت اور برکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی نظر میں

مرتب: حبیب الرحمٰن زیروی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جون 1989ء میں فرماتے ہیں:

''تو یہ خیال نہ کریں کہ میں بھول جاتا ہوں، مجھے کچھ پتا نہیں لگتا۔ اگر بھول بھی جاؤں تو آپ میں سے بعض یاد کروا دیتے ہیں۔ اس لئے خلیفہء وقت کے بھولنے کا سوال ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ ساری جماعت ایک وقت میں نہیں سوتی۔ اگر دس سوئے پڑے ہیں تو ایک بیچ میں سے جاگا ہوگا اور وہ توجہ مبذول کروا دیتا ہے خلیفہ وقت کی کہ میں جاگا ہوا ہوں دیکھیں باقی اور کون کون سویا ہوا ہے۔ اس لئے یہ خدا نے نظام ہی ایسا قائم کر دیا ہے۔ یہ ہمہ وقت نگرانی کا نظام ہے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ اس لئے یہ تو وہم بھی نہ کریں کہ آپ کی غفلتیں اور کمزوریاں اگر آپ پردہ ڈالنا بھی چاہیں تو چھپ جائیں گی۔ خدا تعالیٰ نے نظام خلافت کی یہ برکت رکھی ہے جو انشاء اللہ آئندہ عالم میں پھیلتی چلی جائے گی کہ ایک مرکزی ایسی نظر پیدا کر دی ہے جس کو روشنی دنیا بھر کی احمدی نظروں سے ملتی ہے اور وہ اپنی بصیرت سے خلیفہء وقت کو حصہ دیتے چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے ایک دفعہ آغاز ہی میں یہ خطبہ دیا تھا کہ جماعت کا مجموعی تقویٰ خلیفہء وقت کے تقویٰ جمع ساری جماعت کے تقویٰ پر مشتمل ہے اور یہ مجموعی طور پر خلیفہ کی ذات میں منعکس ہونے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کی بصیرت مجھ سے جدا نہیں، میری بصیرت آپ سے جدا نہیں۔ ہم سب کی مجموعی بصیرت کا نام خلافت احمدیہ ہے۔ اس لحاظ سے ایک عظیم الشان نظام ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں۔ بڑی سے بڑی حکومتیں بھی ہوں وہاں بھی اس قسم کے بصیرت افروز نظام قائم نہیں ہیں۔ پس چھپنا تو آپ نے ہے نہیں اور پھر مجھ سے چھپ بھی جائیں فرض کریں تو ہمارا نظام تو ہے ہی اس بات پر کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ وہی بات جس سے میں نے آغاز کیا تھا اسی پہ ختم کرتا ہوں۔ خدا ہمہ وقت ہمیں دیکھ رہا ہے اس سے چھپنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم خدا کی خاطر سارے منصوبے بناتے ہیں، خدا کی خاطر ان پر عمل درآمد کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے اس تصور کو ہمیشہ زندہ رکھیں، اس احساس کو ہمیشہ زندہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے تمام فرائض کو بہترین رنگ میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے گا۔

(خطبات طاھر جلد 8 صفحہ 377-376)

آپ نے فرمایا:

''جماعت احمدیہ کو اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جس اتفاق پر زور دیا گیا ہے یہ اتفاق دراصل ایمان کی نشانی ہے اور حبل اللہ سے چمٹے رہنے کی ایک ظاہری علامت ہے ورنہ ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے میں اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اگر ہر شخص اپنے اس دعویٰ میں سچا ہو تو ایسی جماعت میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا، ناممکن ہے۔ جہاں حبل اللہ پر ہاتھ کمزور ہو جائے اور گرفت ڈھیلی پڑ جائے وہیں سے انسان سرکنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر اختلاف کی راہیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد مجھے کامل یقین ہے کہ خلافت راشدہ ہی حبل اللہ تھی اور اس حبل اللہ کے ساتھ تعلق میں جب بدقسمتی سے بعض لوگوں نے کمزوری دکھائی تو سب فتنے پیدا ہوئے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے دن سب سے اہم نصیحت جو جماعت کو کی جاسکتی ہے وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے وصال کے تعلق میں مومنین کو کی تھی۔ **آپ لوگ مضبوطی کے ساتھ خلافت کی رسی کو پکڑ لیں اور کسی قیمت پر اس رسی سے الگ نہ ہوں۔** اختلاف تو ضرور پیدا ہوا کرتے ہیں قوموں کے درمیان۔ ایک گھر میں اختلاف ہو جایا کرتے ہیں لیکن گھروں کے اختلاف بھی تبھی دور ہوا کرتے ہیں اگر گھر کے معزز اور بڑے ایسے شخص کے ساتھ ہر گھر کے ہر شخص کا تعلق ہو جو اس گھر میں بڑے گھر کے طور پر ایک خاندان کے طور پر بستا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ مئی 1989ء بحوالہ خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 35)

آپ نے فرمایا:

''بعض دفعہ ایک امیر، بعض دفعہ ایک خلیفہ کسی شخص کے خلاف ایک سخت کارروائی کرتا ہے مگر دل کی سختی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی مجبوری کی وجہ سے اور اس کا دل بعض دفعہ اس شخص سے بھی زیادہ سزا پاتا ہے جس کو وہ سزا دے رہا ہے۔ چنانچہ ان تین صحابہ کے متعلق جن کے متعلق قرآن کریم میں ذکر آیا ہے روایت ہے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں جبکہ ہم پر ہماری زندگی، ہمارا جینا، ہمارا کھانا پینا سب کچھ حرام ہو چکا تھا ایک ہی چیز تھی جو ہمیں زندہ رکھے ہوئے تھی وہ یہ تھی کہ کبھی کبھی اچانک آنحضرت ﷺ کو ہم اپنی طرف اس طرح دیکھتے ہوئے، اچکتی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوئے پکڑ لیتے تھے کہ جو رسول اللہ ﷺ کو خیال نہیں تھا کہ ہم ان کو دیکھ لیں گے۔ اس نظر میں شفقت تھی، اس نظر میں رحم تھا۔ یہ وہ مختصر سی غذا تھی جو کبھی کبھی ان کو ملتی رہتی تھی جو ان کی زندگی کا باعث بنی ہوئی تھی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ اگست 1991ء بحوالہ خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 286)

آپ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ کی بہت سی تفسیریں ہیں لیکن ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے جو رسی اتاری گئی آپ اس رسی کا مظہر بن گئے۔ پس محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حبل اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کا اس دنیا میں قیام عارضی تھا اور پھر آپ کو لازماً آخر رفیق اعلیٰ میں لوٹ جانا تھا اس لئے بعد میں اس رسی کا کیا بنے گا؟ اس کے لئے خلافت کو جاری فرمایا گیا، اس کے بعد اس کے لئے مجددیت کو جاری فرمایا گیا لیکن مجددیت خلافت کا تیمّم تو تھی خلافت نہیں تھی یعنی اپنی اعلیٰ شان میں خلافت نہیں تھی۔ تبھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ خبر دی کہ جب مسیح موعود نازل ہوگا ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوّۃ پھر خلافت کو منہاج النبوۃ کے طریق پر دوبارہ جاری کر دیا جائے گا۔ آج آپ ہیں جنہوں نے خلافت کی رسی پر ہاتھ ڈال کر محمد مصطفیٰؐ کی رسی پر ہاتھ ڈال دیا ہے۔

مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا انفرادی طور پر تمہارا خلافت سے وابستہ ہونا کافی نہیں ہے۔ یعنی خلافت محمد رسول اللہ کی خلافت مراد ہے اجتماعی طور پر تمہارا اس رسی پر ہاتھ ڈالنا اور مضبوطی سے اسے تھامے رہنا ضروری ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا کا مطلب ہے مضبوط ہاتھ ڈالو، ہاتھ کاٹا جائے مگر چُھٹ نہ سکے۔ کوئی ابتلاء تمہاری راہ میں ایسا حائل نہ ہو جو تمہیں خلافت سے الگ کر دے اور یہ نہ سمجھو کہ خلیفۂ وقت سے تمہارا ذاتی تعلق کافی ہوگا۔ یہ نہ سمجھو کہ انفرادی طور پر تمہارا تعلق قائم ہوگا خلافت ایک نظام ہے جو تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ یہ وہ رسی ہے جس پر سب کا ہاتھ اجتماعی طور پر پڑنا ضروری ہے۔

پس وہ لوگ جو بعض دفعہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی سوچتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا خلیفۂ وقت سے تو بہت محبت کا تعلق ہے مگر ہم امیر کی بات نہیں مان سکتے، ہم اپنے حلقہ کے صدر کی بات نہیں مان سکتے، ہم قائد کی بات نہیں مان سکتے، ہم زعیم کی بات نہیں مان سکتے ہم تو خلیفۂ وقت کے عاشق ہیں ہر مضمون میں اس کی اطاعت کریں گے لیکن یہ لوگ کون ہیں جو بیچ میں دخل دینے والے ہیں، نظام جماعت کیا چیز ہے؟ ان کو سمجھایا گیا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا

اگر اکٹھے ہوتے ہوئے تمہارا خلافت سے تعلق نہ ہوا تو انفرادی تعلق کے خدا کے حضور کوئی بھی معنے نہیں۔ جب تم نے انفرادی تعلق کی بات سوچی تو تم کاٹے جا چکے ہو۔ تمہیں لازماً اکٹھے رہ کر اجتماعی طور پر خلافت سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا ہوگا۔ یہی وہ راز ہے جو تمہاری زندگی کا راز ہے۔ فرمایا اس کے نتیجے میں کیا ہوگا تم اکٹھے کئے جاؤ گے ظاہری طور پر نہیں بلکہ تمہارے دل اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور ظاہری اجتماع کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ دیکھو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا اجتماعی ادارہ United Nations۔

میں نے بعض ایسے مسلمان غیر احمدی دوستوں کے واقعات سنے ہیں جو جانتے ہیں

کہ احمدیت سچی ہے لیکن جب ان سے کہا جائے کہ بیعت کرلو تو یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم میں برائیاں بہت ہیں، کمزوریاں بہت ہیں ہم بیعت کے اہل نہیں ہیں۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ تو ان پر غالباً اطلاق نہیں پائے گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ نے بیعت نہیں کی) آپ سے جب یہ پوچھا جاتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کیسے تھے؟ تو وہ عاشقانہ رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریفیں کرتے تھے اور آپ کی تصدیق فرماتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ پھر آپ احمدی کیوں نہیں ہوجاتے اور بیعت کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہا کرتے تھے! مجھ میں کمزوریاں بہت ہیں۔ یہ تو ایک انکساری کا اظہار تھا ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ مگر اُن آزاد قوموں میں خواہ وہ مشرق سے تعلق رکھتی ہوں یا مغرب سے تعلق رکھتی ہوں جہاں برائیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور نیکیاں کم ہوتی چلی جارہی ہیں وہاں اسلام کے پھیلنے کے امکانات کم ہوتے چلے جارہے ہیں۔

وہ لوگ جن کو چہروں کا نور عطا کیا جائے گا وہ وہ لوگ ہیں جو دوبارہ اس رسی پر مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیں گے اور پھر اولین سے ملائے جائیں گے۔ جیسے اولین کے چہرے نور سے پُر رونق تھے اور روشن تھے اسی طرح آخرین کے چہرے دوبارہ اسی نور سے پُر رونق کئے جائیں گے، اُسی نور سے ان کو زینت بخشی جائے گی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور ہے جو آسمان سے اُتارا گیا، وہ مجسم نور ہے جس کا سورۂ نور میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ فرمایا هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہاں خوشخبری بھی ہے اور یہ بتایا بھی گیا ہے کہ اب نیکی کو اختیار کرنے کے بعد پیچھے قدم نہیں ہٹانا اور ایک خوشخبری بھی ہے، ایک اور خوشخبری بھی ہے وہ یہ ہے کہ اب خلافت دائمی ہوگی، هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ کے مضمون کو سمجھنا ہو تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں ان پر غور کریں۔ آپ نے فرمایا قدرت ثانیہ جو عطا کی جائے گی وہ دائمی ہوگی، وہ ہمیشہ کے لئے رہے گی۔ پس دیکھیں خٰلِدُوْنَ کا مضمون کس طرح اس مضمون سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

پس خلافت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہیں وفا کے ساتھ اور اجتماعی طور پر اور انفرادیت کو ترک کردیں یہ ہلاکت کی راہیں ہیں۔ انفرادیت کو ان معنوں میں بے شک ترقی دیں کہ آپ کی انفرادیت ذاتی اصلاح کی غرض سے ہو، آپ اپنے قطرے کی حالت بہتر بنانا چاہیں۔ آپ اس قطرے کو جب سمندر میں ڈالنا چاہتے ہوں اور وہ لازماً آپ کو سمندر کے سپرد کرنا ہوگا تو ان معنوں میں انفرادیت اختیار کریں کہ اس قطرے میں جتنے نقص ہیں اسے دور کرنے کی کوشش کریں تا کہ سمندر آپ کے وجود سے گدلا نہ ہو اور آپ کے وجود سے میلا نہ ہو اور آپ کے وجود سے زہریلا نہ بن جائے۔ انفرادیت کا مقام یہی مقام ہے اس سے آگے ایک قدم بھی انفرادیت کا اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ پھر اپنے آپ کو اجتماعیت کے سپرد کردیں اور وہ اجتماعیت وہی ہے جس کا مَیں نے بیان کیا جو خلافت کے ذریعے دوبارہ اس بنی نوع انسان کو بچانے کے لئے عطا کی گئی ہے۔ اگر اس مضمون کو سمجھنے کے بعد اس سے تعلق جوڑیں اور مضبوطی کے ساتھ وحدت قومی کو اختیار کرتے ہوئے، اجتماعی وحدت کو اختیار کرتے ہوئے آپ خلافت سے گہرا تعلق مضبوط اور قائم رکھیں تو مَیں آپ کو قرآن کے الفاظ میں خوشخبری دیتا ہوں کہ

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

آپ لازماً فلاح پائیں گے، آپ لازماً ان مقاصد کو پورا کریں گے جن مقاصد کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔ آپ کو لازماً تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ میں تبدیل کرنے کی طاقت عطا کی جائے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اب ہم دعا کرتے ہیں لیکن مَیں پھر آپ کو سمجھا دوں مَیں تجربے سے جانتا ہوں کہ خلافت کے نعرے بلند کرنے سے تعلق پیدا نہیں ہوا کرتا۔ خلافت سے سچا تعلق اسی کو ہے جس کا خلافت سے وابستہ ہر انسان سے تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ جب تک تالیف قلب کا مضمون آپ کے وجود میں ظاہر نہ ہو اُس وقت تک آپ کے خلافت سے تعلق کا وعدہ یا خلافت سے تعلق کا نعرہ جھوٹا رہے گا اور خالی رہے گا اور بے معنی رہے گا۔ اس لئے ان معنوں میں اپنا تجزیہ کرتے چلے جائیں اگر آپ کا خلافت سے تعلق بڑھتا ہے اور اس تعلق کے ساتھ جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے، نظام جماعت سے آپ کا تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے، نظام جماعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ عہدیداروں کے سامنے آپ سر تسلیم خم کرنے لگتے ہیں تو پھر آپ کو مَیں یقین دلاتا ہوں کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کا مضمون آپ پر صادق آئے گا۔ آپ نہیں بلائے جائیں گے واپس، جب تک خدا کے نزدیک آپ مسلمان نہیں لکھے جائیں گے۔

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 1991ء)

آپ نے فرمایا

''ہم آپ کے پاؤں کو چومنا چاہتے ہیں لیکن جانتے ہیں کہ آپ اپنی انکساری کی

وجہ سے اور طبعی شرم کی وجہ سے اجازت نہیں دیں گے۔ **لیکن میرے نزدیک ایسے فقروں کی اور پاؤں چومانے کی نہ کوئی خواہش نہ اس کی ذرہ بھر قدر ہے خلیفہ وقت ایک نظام کا نمائندہ ہے خلیفہ وقت آپ سب مل کر ہیں اور آپ کی اجتماعی شکل میں ایک خلیفہ ہے جو آپ سب کی یعنی نظام جماعت کی عزت نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے اگر وہ یہ کہے کہ میں خلیفہ وقت کی عزت کرتا ہوں۔** یہ ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق قرآن کریم نے خوب کھل کر روشنی ڈالی تھی اور خوب اس معاملہ کو واضح فرمادیا اور بار بار واضح فرمایا قرآن کریم نے ایک موقع پر یہ مضمون بیان فرمایا کہ جو اللہ اور رسول کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور بار بار یہ مضمون بیان فرمایا ان کے سارے اعمال ان کی ساری کوششیں ردّ اور ذلیل ہیں۔ کوئی ان کی حیثیت نہیں رہتی۔ شروع میں مجھے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ اللہ اور رسول کے درمیان تفریق سے کیا مراد ہے لیکن بعد کے تجربہ سے پتہ چلا کہ ایسے لوگ یہ کرتے ہیں۔ کہتے یہ ہیں کہ دیکھیں زندگیاں قربان کردیں گے لیکن امیر، یہ اور بات ہے۔ صدر خدام الاحمدیہ، یہ اور بات ہے، فلاں شخص کی اور بات ہے اس سے ہماری لڑائی اس سے ہماری دشمنی، مگر خلیفہ وقت کے مقابل پر ہم بھلا کس کو خاطر میں لاسکتے ہیں تو خدا اور رسول کی تفریق بھی اسی قسم کے لوگ کرتے ہوں گے کہ رسول کی کسی بات پر نعوذ باللّٰہ من ذٰلک ناراض ہو کر کہہ دیا کہ خدا کی بات تو الگ ہوئی لیکن یہ کہ ہر بات میں رسول کی پیروی کریں یہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ شیطانی وساوس ہیں جو نچلے درجہ پر منتقل ہوتے ہیں پھر اور نچلے درجوں پر منتقل ہوتے ہیں بعض دفعہ امیر کے نیچے۔ پھر یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے کہ امیر ہماری سر آنکھوں پر مگر اس کا فلاں عہدیدار جو ہے وہ درست نہیں اور یہ فتنہ پیدا کس طرح ہوتا ہے۔ اس کا آغاز خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں تمثیل کی صورت میں بیان فرمادیا جو میں بار بار بیان کرچکا ہوں لیکن جنہوں نے نصیحت نہیں پکڑنی ہوتی جو کان بہرے ہوچکے ہوں ان کو آواز آتی ہی نہیں۔ وہ سمجھتے ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ اگست 1991ء بحوالہ خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 712)

آپ نے فرمایا

''اور پھر پہلی دفعہ میں نے وہاں باقاعدہ ایسے آثار دیکھے کہ فتنہ پرداز باقاعدہ ایک پارٹی بنتے چلے جارہے تھے اور دونوں طرف کے خطوط مجھے ملتے تھے۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ دونوں جماعتیں ایک الٰہی جماعت کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں۔ اگر ایک الٰہی ہے تو دوسری ضرور شیطانی ہے کیونکہ اس قسم کے پھٹے ہوئے گروہ توحید میں نہیں سما سکتے اور خلافت اسلام میں توحید کی نگرانی کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے آیت استخلاف کا جو آخری نتیجہ خدا تعالیٰ نے نکالا ہے وہ توحید پر مومنوں کی جماعت کو قائم رکھنا ہے۔ جو خلافت سے کاٹے جاتے ہیں وہ توحید سے کاٹے جاتے ہیں یعنی خود منتشر ہوجاتے ہیں بکھر جاتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں، نام کے بہتر فرقے ہیں لیکن ہر فرقے میں بہتر در بہتر فرقے ہوتے چلے جاتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا

.........''اب میں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر فیصلے کرنے ہیں۔ شکایت کنندہ کے دل کی حالت کو دیکھ کر تو فیصلے نہیں کرنے جب میں فیصلہ کرتا ہوں تو پھر بعض دفعہ وہ کہہ دیتا ہے۔ بعض دفعہ دل میں رکھتا ہوگا کہ لو جی خلیفہ کے پاس بھی انصاف نہیں لیکن میں آپ کو ایک اور بات بتاتا ہوں کہ **خلیفہ کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہے کیونکہ خلیفہ کے اوپر سب سے زیادہ مقتدر اور طاقتور ہستی بیٹھی ہوئی ہے جو ہر وقت اس کی نگرانی کرتی ہے۔**

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ لاہوریوں کا فتنہ سر اٹھانے لگا تھا اپنے ایک جلالی خطبے میں یہ فرمایا کہ تمہیں خدا نے باندھ کر میرے تابع کردیا ہے۔ تم عہد بیعت سے مجبور ہو، تمہاری مجال نہیں ہونی چاہئے کہ میرے سامنے بات کرو اور آواز اٹھاؤ لیکن اگر میں غلطی کرتا ہوں اور مجھ سے شکایت ہے تو مجھ سے بالا ہستی جو ساری کائنات میں سب سے بالا ہستی ہے۔ اس کے پاس میری شکایت کرو۔ اس کو شکایت کرو کہ یہ بڈھا ہمیں یہ تکلیف دے رہا ہے اور فرمایا کہ خدا پھر مجھے اس دنیا سے اٹھالے گا اور مجھے یہاں باقی نہیں رکھے گا کیونکہ اس کی خاطر تم میری اطاعت کررہے ہو میری خاطر تو نہیں کررہے۔

اس لئے جس خلیفہ کے اوپر ایسا مقتدر خدا بیٹھا ہو، جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہو ایسے خلیفہ کے خلاف شکایت تو سب سے بڑے دربار میں ہوتی ہے۔ پس نہ نظام خلافت آمریت سے کوئی مشابہت رکھتا ہے اور نہ نظام امارت ،سلسلے کا کوئی عہدہ بھی ایسا نہیں جس میں آمریت کی ذرّہ بھی خوبو پائی جائے لیکن احباب جماعت کو تقویٰ سے کام لینا چاہئے۔ اس نظام کو خوب اچھی طرح ذہن

نشین کرنا چاہئے۔ سمجھ لینا چاہئے اور جب خدا تعالیٰ نے یہ سارے رستے رکھے ہوئے ہیں شکایتیں دور کرنے کے ان کو اختیار کیا جائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6/ ستمبر 1991ء بحوالہ خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 731)

آپ نے فرمایا

''یہ عجز کا مقام ہے جو انسان کی تعلیم و تربیت کرتا ہے۔ دُنیا میں کوئی سفر بھی حقیقی عجز کے بغیر ممکن نہیں اور کوئی سفر بھی روشنی کے بغیر ممکن نہیں، تو میں عہدیداران سے عاجزانہ طور پر یہ درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ اس مضمون پر ان کو سمجھایا گیا ہے وہ خود بھی سُنیں اور توجہ سے سُنیں اور پھر اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور اسی طرح جن لوگوں کو وہ اس کام میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا کرنا چاہتے ہیں انہیں اپنی زبان میں سُنانے کی بجائے میری زبان میں سُنائیں۔ یہ کوئی بے وجہ تفاخر کے نتیجہ میں میں ہرگز نہیں کہہ رہا۔ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کہنا میرے لئے دشوار ہے کیونکہ میری ذات سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود اپنے حیاء کے جذبات کو قابو کرکے ایک فرض ادا کرنے کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ **خلیفۂ وقت کو جو باتیں خدا تعالیٰ دینی کاموں سے متعلق سمجھاتا ہے ان کو کہنے کے انداز بھی عطا کرتا ہے اور ان باتوں میں جیسی گہری سچائی ہوتی ہے ویسی دوسرے کی باتوں میں جگہ جگہ کہیں کہیں تو ہو سکتی ہے مگر بالعموم ساری باتوں میں ویسی سچائی نہیں آسکتی اور ویسا اثر نہیں پیدا ہو سکتا۔ دوسرے سننے والا ہمیشہ بات کے نتیجہ میں اثر قبول نہیں کیا کرتا بلکہ بسا اوقات کہنے والے کے اثر کے نتیجہ میں اثر قبول کیا کرتا ہے** اور یہ ایک ایسا انسانی فطرت کا راز ہے جسے سمجھے بغیر آپ خدمت دین کا حق ادا نہیں کر سکتے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ نومبر 1991ء بحوالہ خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 893)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظام خلافت کی اطاعت کے متعلق فرمایا۔

''ہمارے تقویٰ کے معیار کو اونچا کرنے اور ہمیشہ جماعت میں اطاعت اور فرمانبرداری کی مثالیں قائم کرنے کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد ایک **ایسا انتظام فرمایا جو نظام خلافت کے ذریعے سے ہے۔** اور اس نظام خلافت کے ساتھ ایک اور بھی نظام تھا۔ ایک تو فرمانبرداری اور اطاعت کا نظام دوسرے خدا اور رسول کا پیغام پہنچانے کے لئے اور دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے **نظام وصیت کا اجراء**۔ اور آج سے تقریباً 100 سال پہلے یہ اجراء ہوا تھا۔ اور یہ جو وصیت کا نظام آپؑ نے جاری فرمایا تھا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا۔ اور اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے آپؑ نے بے شمار دعائیں کی ہیں۔ اور اس نظام میں شامل ہونے والوں، بلکہ جماعت کو تقویٰ پر قدم مارنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپؑ رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں نصیحت کرتے ہوئے کہ:

خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ: ''تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا''۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 307)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اپریل 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظام خلافت کی اطاعت کے متعلق مزید فرمایا۔

ایک بہت بڑا حق جو ایک احمدی مسلمان ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے، **وہ نظام جماعت کی اطاعت** ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دلانے کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ زکوٰۃ بھی ادا کرو اور رسول کی اطاعت بھی کرو۔ فرمایا ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (النور: 57) کہ اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو پھر نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اس میں مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے خلافت کا وعدہ ہے جو عبادت کرنے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے۔ اور عبادت کرنے والے اور نیک عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جیسا کہ اس آیت میں فرمایا جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں، اس طرف توجہ رکھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر کی گئی مالی قربانی بھی عبادت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر آپ مالی قربانیاں کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، چندے دیتے ہیں تو وہ بھی عبادت ہے۔ **اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہ نمازوں کی طرف توجہ دلانے**

کے ساتھ مالی قربانی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ آج اگر آپ دیکھیں تو بحیثیت جماعت صرف جماعت احمدیہ ہے جوزکوۃ کے نظام کو بھی قائم رکھے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر مالی قربانیاں کرنے والی بھی ہے۔ اور اس میں خلافت کا نظام بھی رائج ہے...... **بلکہ اپنے اندر تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہیں۔** خلافت اور نظام جماعت سے تعلق بھی قائم کرنا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ اپریل 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

جماعت احمدیہ میں خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت کی اطاعت پر جو اس قدر زور دیا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ جماعتی نظام کو چلانے کے لئے یک رنگی پیدا ہونی ضروری ہے اور اس زمانے کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے کہ مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد جو خلافت قائم ہونی ہے وہ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّة ہونی ہے **اور وہ دائمی خلافت ہے** اور جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ:

''خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں''۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 309)

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس دائمی قدرت کے ساتھ وابستہ رہنے کے لئے، **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جُڑے رہنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کے لئے، اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں** جن سے باہر نکلنے کا کسی احمدی کے دل میں خیال تک پیدا نہ ہو۔ بہت سارے مقام آسکتے ہیں جب نظام جماعت کے خلاف شکوے پیدا ہوں۔ ہر ایک کی اپنی سوچ اور خیال ہوتا ہے اور کسی بھی معاملے میں آراء مختلف ہوسکتی ہیں، کسی کام کرنے کے طریق سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن نظام جماعت اور نظام خلافت کی مضبوطی کے لئے جماعتی نظام کے فیصلہ کو یا امیر کے فیصلہ کو تسلیم کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ خلیفۂ وقت نے اس فیصلے پر صاد کیا ہوتا ہے یا امیر کو اختیار دیا ہوتا ہے کہ تم میری طرف سے فیصلہ کردو۔ **اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہے** اور اس سے جماعتی مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو خلیفۂ وقت کو اطلاع کرنا کافی ہے۔ پھر خلیفۂ وقت جانے اور اس کا کام جانے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذمہ دار اور نگران بنایا ہے اور جب خلیفہ، خلافت کے مقام پر اپنی مرضی سے نہیں آتا بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات اس کو اس مقام پر اس منصب پر فائز کرتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے کسی غلط فیصلے کے خود ہی بہتر نتائج پیدا فرمادے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ خلافت کی وجہ سے مومنوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ مومنوں کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے احکامات کی بجاآوری کریں اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرنے کی کوشش کریں اور کیونکہ خلیفہ نبی کے جاری کردہ نظام کی بجاآوری کی جماعت کو تلقین کرتا ہے اور شریعت کے احکامات کو لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس کی اطاعت بھی کرو اور اس کے بنائے ہوئے نظام کی اطاعت بھی کرو۔ اور افراد جماعت کی یہ کامل اطاعت اور خلیفۂ وقت کے اللہ کے آگے جھکتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے کئے گئے فیصلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اور اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کو دنیا کے سامنے رُسوا ہونے سے بچانے کے لئے برکت ڈال دے گا۔ کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمادے گا اور اپنے فضل سے بہتر نتائج پیدا فرمائے گا اور من حیث الجماعت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو ہمیشہ بڑے نقصان سے بچالیتا ہے اور یہی ہم نے اب تک اللہ تعالیٰ کا جماعت سے اور خلافت احمدیہ سے سلوک دیکھا ہے اور دیکھتے آئے ہیں۔

......لیکن یہ جو زعم ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے حکم پر عمل کر رہے ہیں، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوا کر ختم کردیا کہ مسیح موعود کے آنے کے بعد اس کو ماننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد جو خلافت عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّة قائم ہونی ہے اس کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کرلی۔ اور پھر اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے نظام جماعت میں یکرنگی پیدا کرنے کے لئے اور اس نظام کی حفاظت کے لئے یہ بھی فرمادیا کہ اولوالامر کی بھی اطاعت کرو۔ صرف مسیح موعودؑ کو جو مان لیا اس کے

بعد جو نظام مسیح موعودؑ کی جماعت میں، نظام خلافت کے قائم ہونے سے قائم ہوا ہے اس کی بھی اطاعت کرو۔

آج ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور ہم اس نظام میں پروئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے اور ہم دوسرے مسلمان فرقوں کی طرح بکھرے ہوئے نہیں **بلکہ خلافت کی برکت کی وجہ سے ایک لڑی میں پروئے ہوئے** ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وعدے کے مطابق علوم ظاہری و باطنی سے پُر، ذہین اور فہیم، ایسا موعود بیٹا عطا فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہم میں چھوٹی سے چھوٹی سطح سے لے کر ملکی اور پھر مرکزی سطح پر ایک ایسا جماعتی ڈھانچہ بنا کر دے دیا جس میں نہ صرف جماعت کے انتظامی معاملات بلکہ تربیتی، تبلیغی، تعلیمی، تمام قسم کے معاملات جو ہیں، سب کا ایک اعلیٰ انتظام موجود ہے۔ پھر جماعت کے ہر طبقے کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے، ہر طبقے کے ہر شخص کو جماعتی معاملات میں شامل کرنے اور اس کو اس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے **ذیلی تنظیموں، خدام، اطفال، لجنہ، ناصرات، انصار کا قیام فرمایا**۔ آج یہی وجہ ہے کہ جماعت کا ہر وہ شخص، ہر وہ بچہ اور جوان اور عورت جس کا اپنی تنظیموں سے ابتدائی عمر سے رابطہ ہے وہ ان تنظیموں میں شمولیت کی وجہ سے جماعتی ڈھانچے اور اطاعت کے مضمون کو سمجھتے ہیں۔ ان تنظیموں میں ابتداء سے حصہ لینے والے کو علم ہے کہ ان کی حدود کیا ہیں، اس کی ذیلی تنظیموں کی حدود کیا ہیں جماعتی نظام کی اہمیت کیا ہے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کس طرح کرنی ہے۔ لیکن بعض دفعہ دنیاداری کی وجہ سے اپنی اہمیت اور انا کی وجہ سے بعض لوگوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے اور باوجود اس اہمیت کا علم ہونے کے کہ **اطاعت میں کتنی برکت ہے بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں** جس سے اگر جماعتی نظام متاثر نہ بھی ہو تو پھر بھی بعض کمزور ایمان والوں یا نئے آنے والوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کمیشن کسی بارے میں قائم ہوا ہے کہ تحقیق کر کے بتائیں، بعض لوگوں کے بعض معاملات کی رپورٹ دیں یا بعض دفعہ کوئی معاملہ خلیفہ وقت کی طرف سے بھجوایا جاتا ہے کہ اس بارے میں جائزہ اور رپورٹ دیں تو تحقیق کرنے کے بعد یا جائزہ لینے کے بعد جو رپورٹ بھجوائی جاتی ہے اگر خلیفۂ وقت اس کے مطابق کوئی فیصلہ نہ کرے تو اور کچھ نہیں کہہ سکتے تو جماعت میں یا کم از کم اس طبقے میں یہ بات کہہ کر بے چینی پیدا کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو یوں لکھا تھا پتہ نہیں نیشنل امیر نے یا مرکزی عاملہ نے رپورٹ بدل کر بھیج دی ہے یا خلیفۂ وقت نے اس کے الٹ فیصلہ دیا ہے۔ بہرحال ہم نے تو یہ رپورٹ نہیں دی تھی۔ تو یہ ایسی بات ہے جو یقیناً جماعت میں فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ **اگر کسی سطح پر آپ لوگوں کو خدمت کا موقع دیا گیا ہے تو اس کو فضل الٰہی سمجھیں اور** اُن حدود کے اندر ہی رہیں جو مقرر کی گئی ہیں اور اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ بعض لوگ بیوقوفی اور کم علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں، بعض اپنی انا کی وجہ سے۔ اور مختلف ملکوں میں ایسے معاملات اکّا دکّا اٹھتے رہتے ہیں اور توجہ دلانے پر پھر احساس بھی ہو جاتا ہے اور معافی بھی مانگتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 9جون 2006ء بحوالہ خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 277تا281)

آپ فرماتے ہیں:

نمازوں کے حوالے سے ہی مَیں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (النور:57) کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو، کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکرگزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہو گے۔ پھر شکرگزاری نہیں ناشکرگزاری ہوگی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظام خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ (النور:56) یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات

اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا، جو خلافت کی صورت میں جاری ہے، فائدہ تب اٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ اپریل 2007ء)

آپ فرماتے ہیں:

''اور پھر اب آپ کے بعد یہ عہد' خلافت احمدیہ کے ساتھ بھی ہے۔ ہمیں نبھانا ہوگا کہ ہر معروف فیصلہ جو خلیفۂ وقت دے گا وہ مانوں گا۔ اور جب خلافت پر یقین ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا انعام ہے تو خلافت کی طرف سے کیا گیا ہر فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق اور معروف فیصلہ ہی ہوگا۔''

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 419 خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ اکتوبر 2008ء)

آپ فرماتے ہیں:

''بڑے بڑے مسلمان علماء جو دین کا علم رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں، حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اندھے ہو کر اس علم کو جو انہوں نے حاصل کیا ہوتا ہے غلط راستے پر لے جاتے ہیں اور پھر اپنے اس علم کی بنا پر مسلم اُمّہ کو بھی گمراہ کر رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ دوسری طرف اس زمانے کے علماء بھی یہی مانتے ہیں (جس کی تفصیل مَیں پرانے خطبوں میں بیان کر چکا ہوں) کہ اسلام میں، دین میں، مسلمانوں میں بگاڑ کی انتہا ہو چکی ہے۔ مسلمانوں میں دین نام کا رہ گیا ہے اور خلافت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ لیکن خلافت کی جو پہلی کڑی ہے اس کے بارہ میں اب انہوں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے اور وہ ہے مسیح و مہدی کا آنا۔ اس کے بعد ہی پھر خلافت قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ابھی تک اس نظریہ پر ہی قائم ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور وہ آئیں گے۔ پھر مہدی کے ساتھ مل کر دین پھیلے گا۔ حدیثوں کو غلط سمجھتے ہوئے اپنی سوچ بنائی ہوئی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 63 خطبہ جمعہ فرمودہ 6/فروری 2009ء)

آپ فرماتے ہیں:

''اب مسیح محمدی کے ذریعہ سے اونچے ترین طاقوں پر رکھ کر اس چراغ کو دنیا کے تمام کناروں تک یکدفعہ پہنچانے کا جو کام ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی ہونا ہے۔ اور آج ہم دیکھیں تو یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے ذریعہ سے ہی ہو رہا ہے۔ جو اسلام کی حقیقی تعلیم کو آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق پھیلانے کے کام انجام دے رہے ہیں اور اونچے ترین میناروں سے تمام دنیا میں یکدفعہ اس کو دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کے اُسوہ، آپ کے اخلاق کو اور آپ کی تعلیم کو اور اس خاتم الخلفاء کے بعد نظام خلافت ہی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ان طاقوں سے اور میناروں کو اونچا کرنے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفوضہ فرائض کو پورا کرنا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ جون 2009ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 284)

آپ فرماتے ہیں:

''آج ہم جو احمدی کہلاتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ زمانہ کے امام کو قبول کر کے ہمیں ہر وقت اور ہر معاملہ میں راہنمائی ملتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کے جاری نظام اور مرکزیت کی وجہ سے توجہ دلائی جاتی رہتی ہے۔ اور خلافت اور جماعت کے ایک خاص رشتے اور تعلق کی وجہ سے جو کہ عہد بیعت کی وجہ سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا ہے۔ بغیر کسی انقباض کے اصلاح کی طرف توجہ دلانے پر توجہ ہو جاتی ہے۔ جبکہ دوسرے مسلمان جو ہیں اس نعمت سے محروم ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ خطبہ جمعہ 26/ جون 2009ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 288)

آپ فرماتے ہیں:

گزشتہ دنوں ایک غیر از جماعت دوست ملنے کے لئے آئے۔ بڑے پڑھے لکھے طبقہ کے ہیں اور میڈیا میں بھی معروف مقام رکھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں خاص طور پر مساجد آج کل اس طرح آباد ہیں جو گزشتہ 62 سال میں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ حج پر جانے والے ہمیں اتنی تعداد میں نظر آتے ہیں جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آتے۔ پھر اور کئی نیکیاں انہوں نے گنوائیں۔ پھر کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود وہ اثرات اور وہ نتائج نظر نہیں آتے جو ہونے چاہئیں۔ پھر خود ہی انہوں نے کہا کہ مسجد کے باہر کے معاملات اصل میں صاف نہیں ہیں اور یہ اس لئے کہ دل صاف نہیں ہیں۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی معاملات میں ایک قسم کی کدورت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ ایک بات تو یہ ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ ہماری عبادتیں، ہماری

نمازیں، ہماری دوسری نیکیاں تبھی فائدہ مند ہو سکتی ہیں جب ہمارے جائزے بھی ہوں اپنے خود کے۔ اس بات پر خوش ہو جانا کہ ہم عبادت کر رہے ہیں یا ہم اپنے آپ پر اسلامی رنگ کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہمارے حلیے سے ہماری حالتوں سے اسلامی رنگ کا اظہار ہوتا ہے تو یہ تو کوئی نیکی نہیں ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فقرہ مجھے یاد آیا مَیں نے انہیں بتایا کہ یہ لوگوں کا کام بے شک ہے کہ تمہارے اعمال کو وہ دیکھیں۔ لیکن تمہارا یہ کام ہے کہ ہمیشہ اپنے دل کا مطالعہ کرو۔ پس اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ بڑا نمازی ہے بڑا روزہ دار ہے، بڑا حاجی ہے، اس سے نیکیاں پیدا نہیں ہو جاتیں ان چیزوں سے۔ نیکی کی اصل روح تب پیدا ہوتی ہے جب یہ احساس ہو کہ کیا یہ سب کام مَیں نے خدا کی خاطر کئے ہیں؟ اور اس کے لئے اپنے دل کے جائزہ کی ضرورت ہے اور جب یہ جائزے ہوں گے تو ان نیکیوں کے حقیقی اثرات جو ہیں وہ ظاہر ہو رہے ہوں گے۔

دوسری بات مَیں نے انہیں یہ کہی کہ آپ لوگ نہیں مانیں گے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس زمانہ کے امام کو مانے بغیر ان نیکیوں کی جو آپ گنوا رہے ہیں صحیح سمت نہیں رہ سکتی۔ صحیح رخ نہیں رہ سکتے۔ شیطان کا اثر ہر نیکی کو بھی بدنتائج پر منتج کر دیتا ہے۔ تو مَیں نے انہیں بتایا کہ معاملات صاف نہ ہونے یا دل صاف نہ ہونے یا فتنہ وفساد کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے بغیر اور آپؑ کے بعد خلافت کو مانے بغیر قبلے درست نہیں ہو سکتے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ جون 2009ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 289)

پس جہاں یہ غیر از جماعت مسلمانوں کے لئے سوچنے کا مقام ہے احمدیوں کے لئے بھی قابل توجہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو محبت، پیار اور نظام جماعت کا احترام اور اطاعت اور خلافت سے مضبوط تعلق پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ نومبر 2009ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 534)

آپ فرماتے ہیں:

"اس کی وجہ سے یہاں یورپ میں تو ایک ردّعمل ہے جو پردہ کے خلاف بعض جگہ مہم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی عالم صاحب جو ہیں، مَیں نے خود تو ان کا پروگرام نہیں سنا لیکن مَیں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک یہ بھی شوشہ چھوڑا ہے کہ قرآن کریم سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ اب خلافت کی ضرورت ہے یا یہ کہ خلافت قائم رہے گی۔ ہاں بلاشبہ ان لوگوں کے لئے تو نہیں ہے کیونکہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے نہیں ہیں، زمانہ کے امام کو ماننے والے نہیں ہیں، نہ ان میں خلافت قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کو وہ برکات حاصل ہو سکتی ہیں جو اس سے وابستہ ہیں۔ بہرحال یہ تو ضمناً ایک ذکر آ گیا۔"

(خطبہ جمعہ 12/ فروری 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 78)

آپ فرماتے ہیں:

آج اسلام کا خدا ہی ہے جس نے ایمان کو ثریا سے زمین پر لانے کے لئے مسیح موعود اور مہدیٔ موعود کو بھیجا ہے اور آج اسلام کا خدا ہی ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپؑ کی خلافت کے نظام کو جاری فرمایا۔ وہ نظام جو دائمی نظام ہے اور جو مومنین کی جماعت کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ ہر فرد کی روحانی خوبصورتی نظر آئے۔ تاکہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے ہر وقت راہنمائی کی کوشش ہوتی رہے۔ پس مسلمانوں کا دین تو زندہ دین ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والا دین ہے اور اس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے۔ یہ وہ زندہ دین ہے جس کے غلبہ کا خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان دین سے دُور جاتا ہے تو وہ اپنی دنیا و عاقبت خراب کرتا ہے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام نے ترقی کرنی ہے انشاء اللہ اور کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ پس ہم جو احمدی کہلاتے ہیں، ہم جو آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور امام الزمان کے ساتھ کئے گئے عہد بیعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا مقصود دنیا نہیں بلکہ دین ہے اور ہونا چاہئے ورنہ تو اس بیعت کا کوئی فائدہ نہیں۔

(خطبہ جمعہ 2/ اپریل 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 162)

آپ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (آل عمران:104) اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس زمانے میں اُس جماعت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق کی جماعت ہے۔ آج آپ دیکھیں تو دنیائے اسلام میں یہ بات بڑے شدّ و مد سے کہی جا رہی ہے کہ امتِ مسلمہ کو اگر سنبھالنا ہے تو نظامِ خلافت ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق جس نظامِ خلافت کو چلایا ہے اسے مسلمانوں کی اکثریت ماننے کو تیار ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد جو لمبا عرصہ مسلمانوں کی خلافت سے محرومی رہی ہے یہ ان وجوہات اور اعمال کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کے تقویٰ سے دور ہٹنے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے نافرمانی ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:104) اور تم سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔ پس جب تفرقہ پڑا تو اس کا لازمی نتیجہ نکلنا تھا کہ تقویٰ سے بھی عمومی طور پر دوری پیدا ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اس نے اسلام کی آخری فتح کے لئے آخرین کو پہلوں کے ساتھ جوڑ کر اس فتح کے سامان پیدا فرما دیئے ہیں۔ پس اس مسیح و مہدی کو مانے بغیر جس کی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے آخری زمانے میں آنے کی خبر دی تھی، اس مسیح موعود سے جڑے بغیر خلافت کی برکات حاصل نہیں ہو سکتیں۔

پس اس حوالے سے آج میں آپ کو بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کرتے ہوئے مسیح موعود کو ماننے اور نظامِ خلافت کے سائے میں لا کر آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچایا ہے تو تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ اور اپنے زورِ بازو سے اس رسی کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ یا کسی کی اپنے زعم میں نیکیاں صرف اس رسی کو پکڑنے کے کام میں نہیں آ سکتیں۔ اس کے لئے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کو حاصل کرنے کے لئے اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ جماعت کی لڑی میں پروئے رہنے اور اس سے فیض پانے، اسی طرح نظامِ خلافت کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے، اُس نظام سے فائدہ اٹھانے کے لئے جس کے دائمی رہنے کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی تقویٰ پر چلنا بھی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے فیض پانے کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی شرط کو رکھا ہے۔ ایمان کی مضبوطی تبھی ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت دل میں ہو۔ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کی طرف توجہ تبھی ہوگی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈالنے کی ہماری کوشش ہوگی۔

(خطبہ جمعہ 16/ اپریل 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد هشتم صفحہ 184)

آپ فرماتے ہیں:

"اگر جماعت کی قدر نہیں کریں گے اگر خلیفہء وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔ پس غور کریں، سوچیں کہ اگر یہ دنیا آپ کو دین سے دور لے جا رہی ہے تو یہ انعام نہیں ہلاکت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اس زمانے کے امام کی بیعت کی ہے جس کے آنے کی ہر قوم منتظر ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیار کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جس کے لئے آنحضرت ﷺ نے سلام بھیجا ہے۔ (المعجم الاوسط جلد 3 من اسمه عيسىٰ حديث نمبر 4898 صفحه 384-383۔ دار الفکر، عمان اردن طبع اول 1999ء) تو کیا ایسے شخص کی طرف منسوب ہونا کوئی معمولی چیز ہے؟ یقیناً یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو ایک احمدی کو ملا ہے۔ پس اس اعزاز کی قدر کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ یہ قدر پھر ایک حقیقی احمدی کو عبدِ شکور بنائے گی اور پھر وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے بڑھ کر اترتے دیکھے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب ہونا صرف زبانی اعلان نہیں ہے بلکہ ایک عہدِ بیعت ہے جو ہم نے آپ سے کیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے نام پر خلیفہ وقت سے وہ عہد کیا ہے۔

............بعض ماں باپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جماعتی نظام کا کام ہے کہ ان کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ اسی طرح انصار اللہ ہے، لجنہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے یہ تنظیمیں اپنی اپنی تنظیموں کے ماتحت بھی ان برائیوں سے بچنے کے پروگرام بنائیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین ان کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارے میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام سے یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔ اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہوں گے۔ خاص طور پر گھر کے جو نگران ہیں یعنی مردان کا سب

سے زیادہ یہ فرض ہے اور ذمہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کو اس آگ میں گرنے سے بچائیں جس آگ کے عذاب سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یا آپ کے بڑوں کو بچایا ہے اور اپنے فضل سے زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ دنیا خاص طور پر دوسرے مسلمان شدید بے چینی میں مبتلا ہیں کہ ان کو کوئی ایسی لیڈر شپ ملے جوان کی رہنمائی کرے۔ لیکن آپ پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہوا ہے کہ زمانے کے امام کی بیعت میں آکر رہنمائی مل رہی ہے۔ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے سے نیکیوں پر قائم رہنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

.... یہ نہ سمجھو کہ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے کہ اس لہو ولعب میں پڑا جائے، یہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے تمہارے میں اور غیر میں فرق ہونا چاہئے۔ اسی طرح ہر احمدی کو ہر قسم کے ظلم سے بچنے کی ضرورت ہے۔ آپس میں محبت و پیار اور بھائی چارے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہر قسم کے دھوکے سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔ نظامِ جماعت کی پابندی کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ کی خوبصورتی تو نظامِ جماعت ہی ہے۔ اگر اس خوبصورتی سے دور ہٹ گئے تو ہمارے میں اور غیر میں کیا فرق رہ جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تم نمازیں پڑھتے ہو وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ تم روزے رکھتے ہو دوسرے مسلمان بھی روزے رکھتے ہیں۔ تم حج پر جاتے ہو دوسرے بھی حج پر جاتے ہیں۔ یا بعض صدقات بھی دیتے ہیں تو کوئی فرق ہونا چاہئے۔ ایک بڑا واضح فرق نظامِ جماعت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلافت سے تو ہمارا وفا کا تعلق ہے لیکن جماعتی نظام سے اختلاف ہے۔ جماعتی نظام بھی خلافت کا بنایا ہوا نظام ہے، اگر کسی عہدیدار سے شکایت ہے تو خلیفہ وقت کو لکھا جاسکتا ہے۔ اس کی شکایت کی جا سکتی ہے۔ لیکن نظامِ جماعت کی اطاعت سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح عہدیداروں کا بھی کام ہے کہ لوگوں کے لئے ابتلا کا سامان نہ بنیں۔ لوگوں کو ابتلا میں نہ ڈالیں اور سچی ہمدردی اور خیر خواہی سے ہر ایک سے سلوک کریں۔

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 191تا194)

آپ فرماتے ہیں:

جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت یا خلافتِ احمدیہ کو کسی حکومت، کسی ملک کی حکومت پر قبضہ کرنے میں نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ یہ ہمارا مقصد ہے۔ کیونکہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق نے جو راہ دکھلائی ہے وہ مادی ملکوں کے حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ روحانی بادشاہت کے حصول کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا تاج ہے جس کا حصول ہمارا مقصود ہے۔

(خطبہ جمعہ 8/ اکتوبر 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 518)

آپ فرماتے ہیں:

''اور پھر اب آپ کے بعد یہ عہد خلافت احمدیہ کے ساتھ بھی ہے۔ ہمیں نبھانا ہوگا کہ ہر معروف فیصلہ جو خلیفۂ وقت دے گا وہ مانوں گا۔ اور جب خلافت پر یقین ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا انعام ہے تو خلافت کی طرف سے کیا گیا ہر فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق اور معروف فیصلہ ہی ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/اکتوبر 2010ء بحوالہ خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 419)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 36ویں جلسہ سالانہ کینیڈا 2012ء کے آخری روز مسی ساگا انٹاریو کینیڈا میں مورخہ 8 جولائی 2012ء کو پر اثر اور دلپذیر اختتامی خطاب فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کے آغاز میں سورۃ نور کی آیت نمبر 56 تلاوت کی اور فرمایا۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے، اس سے واضح ہو گیا ہوگا کہ جس مضمون کو میں آج بیان کرنے لگا ہوں وہ خلافت سے متعلق ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ یہ مضمون جتنی اہمیت کا حامل ہے اتنی اس پہ توجہ نہیں دی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ چند سالوں میں اس مضمون کو جماعت کے مختلف اجتماعوں اور جلسوں پہ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارے علماء کو بار بار اس مضمون کو سامنے رکھنا چاہئے۔ کم از کم دنیا میں ہر جلسے میں خلافت کے موضوع پر کسی نہ کسی عنوان کے تحت تقریریں ہونی چاہئیں۔ حضور انور نے فرمایا آج جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اور تائیدات ہیں۔ بعض لوگ، بعض فتنے پیدا کرنے والے ابھی بھی ایسے ہیں چند ایک ملک میں جو لوگوں کے دلوں میں بعض دفعہ بے چینی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کا تو انتخاب ہوتا ہے۔ پھر یہ خدا کس

طرح خلیفہ بناتا ہے، یہ تو بندوں کا انتخاب ہے۔ یا پہلے اگر یہ بندوں کا انتخاب نہیں تھا تو اب یہ انتخاب کیوں ہوگیا ہے۔ فرمایا یہ عجیب منطق ہے اس کی سمجھ نہیں آتی کہ پہلے تھا تو اب خدا تعالیٰ کا انتخاب کیوں نہیں ہے۔ اگر پہلے خدا تعالیٰ کا انتخاب تھا تو اب بھی خدا تعالیٰ کا انتخاب ہی ہونا چاہئے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ نہ یہ پہلے کبھی بندوں کا انتخاب تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ کبھی انشاء اللہ ہوگا۔ یہ انتخاب خدا تعالیٰ کا انتخاب ہے اور یہ آیات جو تلاوت کی گئی ہیں، اس بات کو کھول کر بیان کرتی ہیں۔ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ خلافت کا نظام قرآن شریف سے بھی پتہ لگتا ہے۔ انبیاء کو بھی قرآن کریم نے خلیفہ کہا ہے۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد جو نبی آئے ان کی شریعت کو جاری رکھنے والے آئے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کہا اور پھر جو نبی کے بعد نبی کے نظام کو چلانے کے لئے آتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا اس انتخاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا معیار اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر دیا کہ مومنین کے دل اس طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ جب خلیفہ کا انتخاب ہوتا ہے اور جماعت احمدیہ اس بات کی گواہ ہے۔ ایم ٹی اے کی آنکھ نے ان کو 2003ء میں دکھا دیا تھا اور پھر بیعت کرنے والے جان و دل سے اس کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔ دنیائے احمدیت اب اس قدر وسیع ہو چکی ہے کہ دنیا میں رہنے والے مختلف قوموں کے لوگ، دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ جہاں تک سڑکیں بھی نہیں جاتیں، جہاں بجلی کی سہولت بھی نہیں، جہاں پانی کی سہولت بھی نہیں وہاں بھی آپ جائیں تو خلیفۂ وقت سے پیار اور محبت کا اظہار ان لوگوں میں دیکھیں گے۔ پس یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دلوں میں جو پیار پیدا کیا ہے یہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے انتخاب کی ہی وجہ سے ہوا ہے۔ پھر نبی کے کام اللہ تعالیٰ خلافت کے لئے اپنی تائیدات کے ذریعہ آگے بڑھاتا ہے اور آج جماعت احمدیہ پر کوئی یہ انگلی نہیں اٹھا سکتا کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ کی ترقی کی رفتار پیچھے کی طرف جا رہی ہے یا رک گئی ہے بلکہ آج مخالفین بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کی رفتار پہلے سے بڑھ کر ہے اور بڑھتی چلی جا رہی ہے اور دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ پس یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تمام تر جو نامساعد حالات آتے ہیں۔ خلافت کی چھاؤں میں لوگوں کو سکون اور امن ملتا ہے اور اس کا اظہار بہت سی جگہوں پر لوگ خود بھی کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلیفۂ وقت اللہ تعالیٰ اور خدائے واحد کی عبادت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جس مقصد کے لئے اس زمانہ میں دین کی ترویج کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے۔ پس کبھی آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی ایسا حکم آیا ہو جس میں نعوذ باللہ خدائے واحد کی عبادت میں کمی کی طرف کسی بھی طرح کا اظہار کیا گیا ہو۔ بلکہ احباب جماعت کو بار بار یہی تلقین کی جاتی ہے کہ اپنی عبادتوں کے معیار بڑھاؤ اور یہی بہت بڑا کام ہے، کیونکہ تمام طاقتوں کا سہارا، انسان کو پالنے والا، انعامات سے نوازنے والا خدا تعالیٰ ہی ہے اور اس کی شکرگزاری کے طور پر بھی ہر ایک کو عبادت کرنی چاہئے۔ پس یہ بھی ایک پہلو ہے جو خلیفہ کے خدا کی طرف سے ہونے کی تائید کرتا ہے اور پھر خلیفۂ وقت کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائیدات نظر آتی ہیں۔ پس یہ چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ خلافت کا انتخاب گو چند لوگوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن یہ انتخاب خدا تعالیٰ کا ہے جو دلوں میں ڈالتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی تائیدات میں سے یہ بھی دیکھ لیں کہ خلافت کے مقابلہ پہ کوئی بھی شخصیت یا حکومت جب بھی کھڑی ہوئی ہے تو خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ اعلان کرتی ہے کہ یہ بندہ بے شک کمزور ہے، کم علم ہے، کم طاقت ہے اور تمہاری نظر میں تقویٰ وطہارت سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں ہے اور جو بھی اس کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ تباہ ہو جائے گا۔ حضور انور نے فرمایا میں تو اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کی تائیدات کے جلوے ہر روز بڑی شان سے پورے ہوتے دیکھتا ہوں اور نہ صرف میں بلکہ ہر احمدی جو ایمان سے پر ہے اور دنیا کے کسی حصہ میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جماعت کے لئے اور خلافت کی تائید کے نظارے دکھاتا ہے اور پاک فطرت لوگوں کی رہنمائی بھی فرماتا ہے۔ آج جماعت احمدیہ پر طلوع ہونے والا ہر دن اس بات کی تائید کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ خلافت احمدیہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ اپنے انتخاب کی غیرت رکھتا ہے۔ پس جماعت کی ترقی خلافت احمدیہ سے وابستہ ہے۔ خلافت سے متعلق آنحضرت ﷺ کی حدیث حضور انور نے بیان

فرمائی اور حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد پیش فرمایا جس میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس ارشاد میں نبوت اور خلافت کی دونوں قدرتوں کے بارے میں تفصیل سے جماعت کو آگاہ فرمایا ہے۔

فرمایا جماعت احمدیہ کا آج 200 ممالک میں قائم ہونا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ خلافت احمدیہ ایک سچی خلافت ہے۔ حضور انور نے فرمایا اس وقت میں اس بارے میں زیادہ علمی بحث نہیں کرنا چاہتا، ہاں اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں، جس سے خدا تعالیٰ کے اپنے انتخاب کی تائید کا اظہار ہوتا ہے، میں نے چند نومبائعین کے واقعات لئے ہیں جس سے خلافت کی تائید ونصرت، قبولیت دعا، تسکین قلب اور ایمان میں پختگی کا اظہار ہوتا ہے۔ حضور انور نے مختلف ممالک کے نومبائعین کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے جن سے خلافت سے وابستگی اور عشق محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا یہ واقعات جو میں نے بیان کئے ہیں ایک مومن کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ سعید فطرت کی آنکھیں کھولنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ اور یہ خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید اصل میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ پس بعض لوگ جو اپنے آپ کو بڑا یا عالم یا عقلمند سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن خلافت احمدیہ پر بعض اعتراض بھی کردیتے ہیں۔ دراصل وہ حضرت مسیح موعود کی صداقت پر اعتراض کررہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو خلافت احمدیہ سے ہمیشہ وابستہ رہنے اور خلیفۂ وقت کی طرف سے ملنے والی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔''

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 8 جولائی 2012ء بحوالہ الفضل ربوہ 12/جولائی 2012ء)

عزل خلفاء کا اہم مسئلہ

خلافت کی منفرد قسم کی ذمہ داریوں کے بیان میں حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) ایک نہایت اہم مسئلہ ''عزل خلفاء'' کی تشریح ووضاحت کرتے ہوئے اس بنیادی حقیقت کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں کہ خلیفہ اپنے اس خداداد منصب سے نہ تو خود الگ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور اسے اس منصب سے الگ کرسکتا ہے۔

''پھر میں کہتا ہوں کسی کو خلیفہ ہونے سے فائدہ کیا ہے سوائے اس کے کہ لوگوں کے مصائب اور ان کی اصلاح کے لئے غم کھاتا اور کڑھتا رہے کہ کسی طرح جماعت کا جہاز پار ہوجائے۔ خلافت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ایک مردم کش چیز ہے وہ کسی کے قتل کیلئے ایک نہایت سریع التاثیر آلہ ہے جو مضبوط اور جوان سے جوان آدمی کو تھوڑے عرصہ میں ماردیتا ہے اور یہ ایک آزاد آدمی کو غلام بنادیتی ہے اور گھن کی طرح اس کو کھاجاتی ہے۔ باقی رہے خدا کے فضل اور احسانات وہ صرف خلافت کے ساتھ وابستہ نہیں۔ بے شک روحانی فضل خلیفہ پر ہی ہوتے ہیں لیکن خدا کے فضلوں میں داخل ہونے کے لئے صرف یہی روحانی دروازہ نہیں۔۔۔

میرے نزدیک خلافت کی عظیم الشان مشکلات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ خلافت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا وہ مجبور ومعذور ہوتا ہے وہ اعتراض کرنے والوں کو عملی جواب نہیں دے سکتا اس کی زبان بھی بند ہوتی ہے اور کسی شریف انسان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کمینگی نہیں ہوسکتی کہ اس شخص پر حملہ کیا جائے جس کی زبان اور ہاتھ بند ہوں۔۔۔ اگر خلیفہ کو دست بردار ہونے کا اختیار ہوتا تو کئی خلیفے ایسے ہوتے جو معترضوں کو کہہ دیتے کہ لوتم خلافت کو سنبھالو ہم الگ ہوتے ہیں لیکن چونکہ خلیفہ سے یہ اختیار چھین لیا جاتا ہے اس لئے خواہ کیسی حالت ہو وہ خلافت سے دستبردار ہونے کا خیال بھی نہیں کرسکتا۔''

(الفضل 21 دسمبر 1922ء) (سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ 109-510)

رمضان المبارک۔تزکیہء نفس

عفت چودھری۔ورجینیا،امریکہ

ہجری تقویم کے نویں مہینے کو ہم روحانی بہار کا موسم کہہ سکتے ہیں۔اس کا نام سنتے ہی اہل ایمان روحانی اخلاقی،علمی،معاشرتی حتّٰی کہ روزوں سے وابستہ جسمانی برکات کو سمیٹنے کیلئے کمر کس لیتے ہیں۔غرضیکہ رمضان کے آتے ہی گھروں،مسجدوں اور بازاروں میں رونق کا سماں بندھ جاتا ہے۔اور پھر یہ رونق اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے جب ساتھ ہی عید کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔

روزوں کی فرضیت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ایک مسلمان کیلئے پانچ باتوں پر ایمان لانا فرض کیا گیا ہے۔اُن میں سے چوتھا اہم رُکن رمضان کے روزے ہیں۔مسلمان چاند دیکھ کر رمضان کا آغاز کرتے ہیں اور شوال کا چاند دیکھ کر رمضان کا بابرکت مہینہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر شکرانے کے طور پر عید منائی جاتی ہے۔رمضان کے مہینہ میں فیضیاب ہونے ،زندگی میں ایک بار پھر گناہوں کی بخشش حاصل کرنے کا موقعہ ملنے پر مسلمان عید کا دن مناتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَO(سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے۔جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ کے مقام کی پہچان اس وقت ہوگی جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے والے بنیں گے۔ہم مسلمان خوش قسمت ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے ایک شریعت اُتاری۔خاتم الانبیاء کا مرتبہ پانے والے نبی کی اُمّت بنایا۔پچھلے تمام انبیاء کی خوبیاں اس نبی کریم ﷺ میں بھر دیں۔پہلے انبیاء اپنی قوموں کی طرف اُن کی استعدادوں اور صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامات لاتے رہے۔دنیا کا کوئی باقاعدہ مذہب ایسا نہیں جس میں روزہ کا حکم نہ ملتا ہو۔سب سے پہلے ہم یہودی مذہب ہی کو لیتے ہیں۔تورات میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طُور پر گئے تو انہوں نے چالیس دن رات کا روزہ رکھا اور ان ایام میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔تورات میں کچھ اس طرح درج ہے:"یعنی موسیٰ جو چالیس دن چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا"(خروج باب34آیت28)

یہودیت کے بعد عیسائیت کو دیکھا جائے تو اس میں بھی روزوں کا ثبوت ملتا ہے۔ہندو مذہب میں بھی کئی قسم کے برت پائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے برت کے متعلق الگ الگ شرائط وقیود ہیں۔جس کا ذکر اُن کی کتاب میں ملتا ہے۔انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد9زیر لفظFasting میں ہندو اور جین مت مذہب کے روزوں کا ذکر ہے اور زرتشت مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ زرتشت نے اپنے پیروؤں کو روزے رکھنے کی تلقین کی چنانچہ یہ مانا گیا کہ روزہ ایک روحانی غذا ہے۔اور روحانیت کی معراج پانے کے لئے ایک مجاہدہ ہے۔سورۃ البقرۃ آیت185 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO

سو تم روزے رکھو چند گنتی کے دن اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُسے اور دنوں میں تعداد پوری کرنی ہوگی اور اُن لوگوں پر جو(روزہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں)بطور فدیہ ایک مسکین کا کھانا کھلانا واجب ہے۔اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہے۔اگر تم علم رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب میں اس مہینے کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔سورۃ البقرۃ کی آیت185 میں اہل ایمان کیلئے روزے کے نظم وضبط اور روحانی پروگرام کے نتیجہ میں تین مقاصد ومنازل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(حصول تقویٰ)

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن (شکرگزاری کیلئے)
لَعَلَّكُمْ يَرْشدون (ہدایت پانے کیلئے)

انسان کی کامیابی کا راز ان تین باتوں میں ترقی کرنے میں پنہاں ہے۔روزہ رکھنے کا حکم ان تین باتوں کی معراج حاصل کرنے کا مجاہدہ ہے۔کتب حدیث میں اس ماہِ معظم کی شان میں بہت کچھ موجود ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے اللہ کا مہینہ۔صبر کا مہینہ۔ہمدردی کا مہینہ اور اسے مہینوں کا سردار کہہ کر پکارا ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے کہ اس میں قرآنِ کریم ایک کامل مکمل ہدایت کے ساتھ ہم پر نازل ہوا۔ ہر سال رمضان المبارک کی آمد سے یہ بات تازہ ہوجاتی ہے کہ اس مہینہ میں نورِ ہدایت قرآن کریم اس ماہ میں نازل ہونا شروع ہوا۔ جہاں ہم شکرگزاری کے طور پر اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرتے ہیں وہاں روزوں کا حکم بجالا کر اخلاقی قدروں کو بھی بلند کرتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ البقرہ)

شھر رمضان الذی اُنزلَ فِيهِ الْقُرْاٰن سے رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔صلوٰۃ تزکیہءنفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب۔تزکیہءنفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوت سے دُوری حاصل ہوجائے اور کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔ ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی ہی وحی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی توجہ دو باتوں کی طرف دلائی۔علم حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت گزاری۔ چنانچہ سورۃ العلق کی دوسری آیت میں اقرأباسم ربّک الذی خلق یعنی کہ اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھ جس نے کہ پیدا کیا وہی حقدار ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ سورۃ العلق کو اس بات پر ختم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے سجدہ اور عبادت ہی ایک ذریعہ ہے ایک مومن مسلمان کو اپنی عبادتوں میں نکھار پیدا کرنے اور تزکیہءنفس کے لئے رمضان کے مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم نازل کیا۔ یہ ایک ایسا مجاہدہ ہے کہ اگر سچی نیت اور پاک ہوکر خالص اپنے ربّ کو پانے کے لئے کرے تو یقیناً مکاشفات کے دروازے اُس پر کھل جائیں گے۔اور وہ اپنے ربّ کو دیکھ لے گا۔اور وہ اپنے ربّ کا ایسا پیارا سلوک اپنے ساتھ پائے گا کہ وہ مانگے گا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو۔ میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دو تو اُس کا ربّ آسمان سے نیچے اُتر کر اُس کیلئے مہیا کردے گا اور تمام ہم و غم اُس کے دور ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ کسی جان پر اُس کی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ جہاں روزے مسلمانوں پر فرض کئے گئے۔مسافر اور بیمار کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا۔خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں بچہ جس کے قویٰ نشوونما پا رہے ہوں اُس کے لئے روزہ رکھنا ناجائز بلکہ بےوقوفی اور جہالت ہے مگر جس میں طاقت ہو نہ کہ بہانے بنانے والا ہو اُس کیلئے روزہ چھوڑنا گناہ ہے۔

اس مہینہ کو رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔کمزور سے کمزور مسلمان بھی اپنے ربّ سے تعلق پیدا کرنے اور اپنے گناہ بخشوانے کے لئے روزہ رکھنے کی پابندی کرتے ہیں۔رمضان کا مہینہ مسلمانوں میں برکتوں کے علاوہ اتحاد پیدا کرنے،خیر و برکت بڑھانے اور امن وسکون کا باعث بنتا ہے۔مسلمان سنتِ نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے خیرات دل کھول کر کرتے ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے روزہ رکھنے کا طریق بھی قرار کردیا۔اسلام ایک فطرتی مذہب ہے اور اسکے احکامات انسانی فطرت کی ضرورتوں کی تکمیل کے مطابق ہیں۔مسلمان صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے پہلے سحری کھاتے ہیں اور غروبِ آفتاب تک محض اللہ کیلئے اپنا کھانے پینے کا حق چھوڑ دیتے ہیں۔غرض یہ کہ ہر برائی سے پرہیز اور ہر گناہ سے دُوری روزہ کے فرائض میں شامل ہے۔ انسان کا بھوکا رہنا کسی طرح سے بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث نہیں بنتا۔جبتک کہ انسان اپنے نفس کو پاک رکھنے کیلئے خدا تعالیٰ کے تمام احکامات پر پوری طرح کاربند نہ ہو۔ مسلمان رمضان کے مہینے میں اجتماعی نمازوں کا اہتمام زیادہ سے زیادہ کرتے ہیں۔ نمازوں میں روحانی مدارج کے علاوہ اتحاد، باہمی عزت و احترام پیار و محبت اور یگانگت بڑھتی ہے۔قرآن مجید کی سورۃ القدر میں لیلۃ القدر اور اسکی اہم خصوصیات و برکات کا ذکر موجود ہے۔اسکی اوّل اور مشہور تعبیر یہی ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی ایک نہایت مبارک طاق رات ہے۔نزولِ قرآن سے اس کا تعلق ہے اس سے وابستہ برکات وحسنات ایک ہزار مہینہ سے زائد عرصہ پر محیط ہیں۔اس مبارک رات میں جبرئیل وامین فرشتوں کے جلو میں نازل ہوکر نزولِ برکات کا سلسلہ جاری کرتے ہیں جو طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔حضرتِ اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان ظاہری معنوں کے علاوہ ایسے لطیف روحانی اور علمی نکات پیش کئے ہیں کہ انسانی ذہن قرآنی علوم کی وسعت اور گہرائی پر حیران رہ

جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر حصہ چہارم کے صفحات 673, 659 سے دو اقتباسات جن سے لیلۃ القدر کے معنوں کی تفسیر بیان ہوتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے جب کوئی رسول یا نبی یا محدث اصلاحِ خلق اللہ کے لئے آسمان سے بھیجا جاتا ہے تو اُس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اُترا کرتے ہیں جو مستعد دلوں پر ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور برابر اُترتے رہتے ہیں جب تک کفر وظلمت دُور ہوکر ایمان اور راست بازی کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ج مِنْ كُلِّ اَمْرٍO سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِO (القدر:5-6)

یعنی ملائکہ اور روح القدس کا نزول آسمان سے اُسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر کلام الٰہی سے شرف پا کر زمین پر نزول فرماتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت رسول کریم ﷺ کی بعثت سے برکات وحسنات اور دقیقہ معرفت کو بڑے زور سے واضح فرمایا ہے۔ برکتوں اور رحمتوں کے نزول کے علاوہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی کے مطابق ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا ظہور ہوتا رہا اور پھر چودھویں صدی میں مسیح ومہدی کے وجود میں وہ وعدہ پورا ہوا۔ رمضان المبارک کے تین عشروں کی امتیازی خصوصیات کی تعیین کی گئی ہے۔ پہلا عشرہ رحمت درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی دلانے والا ہے اس آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے روحانی بلندیوں کی طرف پرواز کیلئے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور اپنے ربّ کی قربت حاصل کرنے کیلئے دنیا مافیہا سے دور دعاؤں میں لگ کر بلندیوں کی معراج اُس گھڑی کا کھوج پا سکیں تا کہ وہ دولت جو اُخروی نجات کی دائمی نعمت ہے مل جائے۔ جس کے لئے ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ اے اللہ تو بہت عفو ودرگزر کرنے والا۔ عفو ودرگزر کو پسند کرتا ہے مجھے بھی بخش دے مبارک وہ جو اللہ تعالیٰ کے اس مہینہ کا شایانِ شان استقبال کرے۔ مبارک وہ جو اس مہمان کو کامل عزت واحترام دے۔ مبارک وہ جسے تینوں عشروں کی برکات سمیٹنے کا موقعہ ملے۔ مبارک وہ جسے اعتکاف کا شرف حاصل ہو۔ خوش قسمت وہ جسے لیلۃ القدر کی مبارک گھڑی ہو جائے۔ کاش کہ یہ عاجزہ بھی اُس میں شامل ہو سکے۔ آمین ثم آمین۔

خلافت

مبشّر احمد

خلافت اک شجر، پھل پھول دیتا ہے جو روحانی
گُلستاں ہے، جہاں رنگ ومہک کی ہے فراوانی

خدا کا عہد ہے قرآن میں ایمان والوں سے
خلافت کی رِدا ہوگی عطا انعامِ رضوانی

نبوّت کے سبھی انعام دامن میں خلافت کے
صداقت ہے، امانت ہے، اخوّت دل میں یزدانی

ہزاروں وار دشمن کے، خلافت ڈھال فولادی
خدا کی نصرت ہے حاصل، مُہیمن کی نگہبانی

ستم حد سے بڑھے تو آہ فلک تک جا پہنچتی ہے
برستی ہے عدو پر آگ بن کر تند طوفانی

دعائیں روز وشب، مولا کے در پہ سر ہے سجدہ میں
مُداوا ہو دُکھوں کا، دُور ہو ہر دردِ پنہانی

حکومت ہے دلوں پر، جذبِ الفت کے فسانے ہیں
کوئی آ کر تو دیکھے عاشقوں کی شبنمستانی

امیرِ قافلہ منزل پہ منزل سر کئے جائے
سفر آسان ہے کتنا، ہے ساری راہ نورانی

خلافت سے جُدا جو بھی، ہوا گُم دشتِ عصیاں میں
ضلالت کے اندھیروں میں یہی رستہ چراغانی

خدایا صدقِ دل سے ہم رہیں خادم خلافت کے
وفا قائم رہے ہر دم، رہے تیری نگہبانی

خلافت احمدیہ

سلطان نصیر احمد، ربوہ پاکستان

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْ فِھِمْ اَمْنًاط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَO وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ O

(سورۃ النور:56)

ترجمہ: تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرورزمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اوران کے لئے ان کے دین کو، جواس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اوران کے خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ جواس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

ہماری دنیا میں مختلف قسم کے نظام حکومت رائج ہیں۔ اکثریت جمہوریت کو پسند کرتی ہے۔ جس میں عوامی نمائندے اپنی خدمات قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والے مسند حکومت پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ قوم کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں یا قوم ان کی خدمات سے کس قدر فائدہ اٹھاتی ہے یہ دونوں کی قسمت ہے۔

نوع انسان کے مجوزہ سیاسی نظام سے ہٹ کر ایک ایسا آسمانی نظام بھی ہے جو بندوں کی ضرورت کے مدنظر خدائے رب العالم کی طرف سے قائم کیا جاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ روشنی کے ذریعہ فلاح اور کامیابی کے راستہ پر چلنے کی آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ میری مراد اس نظام سے ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔ ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا ہے۔‘‘ یعنی نظام خلافت۔

نظام خلافت وہ بابرکت آسمانی نظام قیادت ہے جو اللہ تعالیٰ جماعت مؤمنین کو ان کی روحانی بقاء اور ترقی کے لئے عطا فرماتا ہے۔ یہ ایک عظیم انعام ہے جو ایمان اور عمل صالح کی بنیادی شرائط سے مشروط ہے۔ اس خدائی موہبت کی حیثیت ایک حبل اللہ کی ہے۔ اس خدائی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا جماعت مؤمنین کے لئے ان کے ایمان کی تصدیق بھی ہے اور امن وامان اور روحانی ترقیات کی ضمانت بھی۔ حق یہ ہے کہ دین حق کی ترقی اور سربلندی اس بابرکت نظام خلافت سے وابستہ ہے۔

خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے۔ جس کے ذریعہ آفتاب نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ ماہتاب نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے اور ایسی جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچالیتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ ساتھ مؤمنوں کی جماعت کی دینی تعلیم، ان کی روحانی واخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط کڑی میں پروئے رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلق کا روحانی مرکز ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یک جہتی اور باہمی تعاون کا زریں سبق سیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس درس وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم وملزوم ہے، ایک بڑی نعمت قرار دیا ہے اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’من شذ شذ فی النار‘‘ یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا ہے اور اس

کے اندر تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا راستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:۔" علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین "یعنی اے مسلمانو! تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو ضرورت ہوتی ہے نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کی تعریف

لغت کی رو سے خلافت کے معنی نیابت اور جانشینی کے ہیں۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں ان کو خلیفہ کہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم۔صفحہ383۔قدیم ایڈیشن)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(شہادت القرآن۔روحانی خزائن جلد ششم۔صفحہ353)

از روئے تفاسیر

ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

"فھموا من الخلیفة انه الذی یفصل بین الناس ما یقع بینھم من المظالم ویرد ھم من المقارم و المآثم۔"

لفظ خلیفہ سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے تنازعات باہمی کو فیصل کرے۔ اور ناکردنی امور سے انہیں باز رکھے۔

(قرطبی۔ابن کثیر۔بحوالہ حقائق الفرقان زیر آیت و اذ قال اللّٰہ للملائکة............)

تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ:۔

"والصحیح انه انما سمی خلیفة لانه خلیفة اللّٰہ فی ارضه لاقامة حدوده وتنفیذ قضایاه۔"

اور دراصل یہ ہے کہ اسے خلیفہ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا خلیفہ بن کر اس کی زمین میں حدود قائم کرتا ہے اور احکامات جاری کرتا ہے۔

(فتح البیان۔بحوالہ حقائق الفرقان زیر آیت و اذ قال اللّٰہ للملائکة............)

خلافت کی ضرورت و اہمیت

تخلیق بشر کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اطلاع دی۔ انی جاعل فی الارض خلیفة۔ کہ میں زمین میں اپنی خلافت کو قائم کرنے والا ہوں۔ یہ اطلاع فرشتوں کو اس غرض سے دی گئی تھی کہ ان مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لئے کمر بستہ ہو جائیں جس کے لئے نظام خلافت کو قائم کیا جا رہا ہے۔ فرشتوں نے محسوس کیا کہ اس نظام کی کیا ضرورت ہے جبکہ زمین میں ایسے وجود پیدا ہوں جو فساد برپا کرنے والے اور خونریزی کرنے والے ہوں۔ اس لئے فرشتوں نے یہ سوال کیا کہ اے خدا کیا تو زمین میں فساد اور خونریزی کرنے والی مخلوق پیدا کرے گا جن پر قابو رکھنے کیلئے نظام خلافت کی ضرورت ہوگی۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بیان کی تردید نہیں فرمائی بلکہ انہیں اہم بنیادی مقصد کی طرف متوجہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: انی اعلم ما لا تعلمون ۔ کہ میں آدم کی پیدائش اور نظام خلافت کے قیام میں جو خوبیاں اور کمالات دیکھتا ہوں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں۔ آدم اور اس کی ذریت میری صفات کا کامل ظہور ہوگا اور یہ بات اور کسی مخلوق کے ذریعہ سے پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آدم کا پیدا کیا جانا ضروری ہے۔ اور نظام خلافت کا قیام لازمی ہے۔

نبی کی دو حیثیتیں

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک اس کا نبی ہونا یعنی خدا سے غیب کی خبریں پانا یہ حیثیت ایسی ہے جس میں نبی کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول ۔ یعنی غلبہ غیب اللہ تعالیٰ انبیاء کے سوا اور کسی کو نہیں دیتا۔ اسی طرح فرماتا ہے کہ ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسله من یشآء۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو مصفیٰ علم غیب سے اطلاع نہیں دیتا بلکہ اس غرض کے لئے وہ اپنے رسولوں کو منتخب کرتا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی اس حیثیت میں اس کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کے علاوہ نبی کی ایک اور حیثیت بھی ہوتی ہے۔ اور وہ اس کا

مطاع ہوناہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر نبی کی ایک حیثیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مطاع ہوتا ہے۔ اور لوگ اس امر کے پابند ہوتے ہیں کہ اس کی اطاعت کریں۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ یہ حیثیت ایسی ہے جس میں غیر نبی نبی کا قائم مقام ہوسکتا ہے اور ایک غیر نبی بھی لوگوں کا مطاع ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ: اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ یعنی خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ پس مطاع ہونا انبیاء کا خاصہ نہیں بلکہ غیر نبی بھی مطاع ہوسکتا ہے۔ پس خلیفہ جو نبی کا جانشین ہوتا ہے کثرت وحی کے سوا ان تمام کاموں میں نبی کا قائم مقام ہوتا ہے جو کام نبی بحیثیت مطاع سرانجام دیتا ہے گویا نبوت کے علاوہ تمام حقوق اور اختیارات جو انبیاء کو حاصل ہوتے ہیں وہی ان کے خلفاء کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔ پس جو شخص خلفاء کے احکام کی خلاف ورزی یا ان کے اختیارات میں دخل اندازی کرتا ہے وہ اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ اس نے نبی کے اختیارات اور مقام کو نہیں سمجھا۔

خلافتِ احمدیہ کی تاریخ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب معلوم ہوگیا کہ اب ان کی وفات کے دن قریب ہیں تو آپ نے ایک رسالہ الوصیت تصنیف فرمایا اور اس میں نظام وصیت کے متعلق باتیں تحریر فرمائیں اور جماعت میں وصیت کا نظام قائم فرمایا۔ آپ نے اس رسالہ میں جماعت کو خوش خبری دی کہ ان کی وفات کے بعد جماعت میں خلافت کا نظام قائم ہوگا۔ آپ نے اس کو قدرتِ ثانیہ کا نام دیا۔ جماعت احمدیہ نے قدرت ثانیہ کو خلافت کے مفہوم میں تسلیم کیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب کو 27 رمئی 1908ء کو خلیفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام منتخب کرلیا۔ اب میں اس کی کچھ تفصیل عرض کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی خوشخبری دی:

’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ ساتھ رہے گی۔‘‘

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا دور خلافت بڑا کامیاب رہا ہے اور جماعت میں خلافت کے نظام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات بعض ناعاقبت اندیشوں نے خلافت کے خلاف باتیں کیں لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان مخالفت کرنے والوں کے منہ بند کردیئے اور انہوں نے مخالفت ترک کردی۔ قانونِ الٰہی (انسان فانی ہے) کے تحت حضرت خلیفہ اوّلؓ 13 رمارچ 1914ء کو وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کے بعد 14 رمارچ 1914ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو جماعت احمدیہ نے جماعت کا خلیفہ منتخب کرلیا۔ خلافتِ ثانی میں جماعت کو ہر میدان میں ترقی نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب اپنے پاس بلا لیا اور آپ کی وفات کے بعد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا انتخاب ہوا۔

خلافتِ ثالثہ کا انتخاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آئندہ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک مجلس مقرر فرما دی تھی جو ’’مجلس انتخاب خلافت‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے بعد اس مجلس کا اجلاس 8 نومبر کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں زیر صدارت مرزا عزیز احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ منعقد ہوا جس میں مرزا ناصر احمد صاحب کو آئندہ کے لئے خلیفہ منتخب کیا گیا اراکین مجلس نے اس وقت آپ کی بیعت کی۔ اس کے بعد انتخاب کا اعلان ہوا اور اندازاً 5 ہزار افراد نے اسی دن آپ کی بیعت کی۔ اور پھر بیرونی جماعتوں نے تاروں اور خطوط کے ذریعہ اقرارِ اطاعت کیا۔ خلافت ثالثہ کے انتخاب کے وقت کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا اور ساری جماعت نے قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا۔ آپ کا دور خلافت کامیابیوں کا دور ہے۔ آپ کا انتقال 8 اور 9 جون 1982ء کی درمیانی شب کو دل کا شدید دورہ پڑنے سے ہوا۔ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

خلافت رابعہ کا انتخاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تدفین سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ کی

مقرر کردہ مجلسِ انتخاب خلافت کا اجلاس بعد نماز ظہر بیت مبارک میں زیر صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد منعقد ہوا اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کرلیا۔ تمام حاضرین مجلس نے انتخاب کے فوراً بعد آپ کی بیعت کی۔ اس کے بعد تمام احمدیوں نے آپ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ آپ کا عہدِ خلافت کامیابیوں اور کامرانیوں کی ایک طویل داستان سے مزین ہے۔ آپ 10/جون 1982ء سے 19/اپریل 2003ء تک مسندِ خلافت پر فائض رہے۔ آپ کی وفات کے بعد خلافت خامسہ کا انتخاب ہوا۔

خلافتِ خامسہ کا انتخاب:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انتقال پُر ملال 19/اپریل 2003ء کو لندن میں ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلسِ انتخابِ خلافت کا اجلاس بیت الفضل لندن میں منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض چوہدری حمید اللہ صاحب نے ادا کئے۔ دعاؤں کے ساتھ مجلس کی کارروائی شروع ہوئی۔ مجلس نے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الخامس منتخب کیا اور آپ کی خلافت کا اعلان کیا۔ مجلس کے ارکان اور دوسرے حاضرین نے آپ کی مشترکہ بیعت کی اور ساری دنیا کی جماعتوں نے آپ کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ آپ اب جماعت احمدیہ کے خلیفۃ المسیح الخامس کے طور پر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور جماعت آپ کے زیرِ سایہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔

مئی 2005ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی تاریخ کا وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل لوگوں کی، آپ کی وفات کے بعد، خوف کی حالت کو امن میں بدلا۔ اور اپنے وعدوں کے مطابق جماعت احمدیہ کو تمکنت عطا فرمائی یعنی اس شان اور مضبوطی کو قائم رکھا جو پہلے تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی فعلی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ۔۔۔۔ تھے۔ اور۔۔۔ آپ کا سلسلہ خلافت تا قیامت جاری رہنا تھا۔

پس آج 97 سال گزرنے کے بعد جماعت احمدیہ کا ہر بچہ، جوان، بوڑھا، مرد اور عورت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بارے میں فعلی شہادت گزشتہ 97 سال سے پوری ہوتی دیکھی ہے اور دیکھ رہا ہوں۔ اور نہ صرف احمدی بلکہ غیر از جماعت بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

گزشتہ مثالیں تو بہت ساری ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد، پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد، پھر حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد۔ لیکن جیسے کہ میں پہلے بھی ایک دفعہ بتا چکا ہوں کہ خلافت خامسہ کے انتخاب کی کارروائی دیکھ کر، جو ایم ٹی اے پر دکھائی گئی تھی۔ مخالفین نے یہ اعتراف کیا کہ تمہارے سچے ہونے کا تو ہمیں پتہ نہیں لیکن یہ بہرحال پتہ لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ ہے۔ تو بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے اور اس کی نعمت ہے جس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اور یہ شکر ہی ہے جو اس نعمت کو مزید بڑھاتا چلا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔۔۔ یعنی اگر تم شکرگزار بنے رہو تو میں اور بھی زیادہ دوں گا۔ اس نعمت کے جو افضال ہیں ان میں سے میں تمہیں بھرتا چلا جاؤں گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27مئی 2005ء بحوالہ الفضل 24مئی 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خلیفہ منتخب ہونے سے اگلے دن بعد نماز فجر مسجد مبارک میں خطاب فرمایا۔

"خدا تعالیٰ قیادت کا انتقال ایک کندھے سے دوسرے کندھے کی طرف اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا ایک بندہ بوڑھا اور کمزور ہوگیا۔ اور وہ اس کو طاقتور اور جوان رکھنے پر قادر نہیں کیونکہ ہمارا پیارا مولیٰ ہر چیز پر قادر ہے بلکہ وہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ وہ دنیا پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہر نگاہ میری طرف ہی اٹھنی چاہئے۔ بندہ بڑا ہو یا چھوٹا آخر بندہ ہی ہے تمام فیوض کا منبع اور تمام برکات کا حقیقی سرچشمہ میری ہی ذات ہے توحید کا یہ سبق دلوں میں بٹھانے کے لئے وہ اپنے ایک بندہ کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور ایک دوسرے بندہ کو جو دنیا کی نگاہوں میں انتہاء طور پر کمزور اور ذلیل اور نااہل ہوتا ہے کہتا ہے اٹھ اور میرا کام سنبھال۔ اپنی کمزوریوں کی طرف نہ دیکھ۔ اپنی کم علمی اور جہالت کو نظر انداز کردے۔ ہاں میری طرف دیکھو کہ میں تمام طاقتوں کا مالک ہوں۔ میرے سے ہی امید رکھ۔ اور مجھ پر ہی توکل کر کہ تمام علوم کے سوتے مجھ سے پھوٹتے ہیں۔ میں وہ ہوں جس نے تیرے آقا کو ایک ہی رات میں چالیس ہزار کے قریب عربی مصدر سکھا دیئے۔ اور میری طاقتوں میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ میں وہ ہوں جس نے نہایت نازک حالت میں اسلام کو اٹھایا تھا۔ اور جب انسان نے تلوار سے اسے مٹانا چاہا تو میں اس تلوار اور اسلام کے درمیان حائل ہوگیا۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں موجود تھیں۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت خواہ کتنی ہی بڑی تھی۔ اسلام کو نہ مٹا سکی۔ ہمارا رب کہتا ہے کہ آج میں نے پھر فیصلہ کیا ہے کہ میں دنیا میں اسلام کو غالب کروں گا۔ اور اسلام دنیا میں

غالب ہوکر رہے گا۔ اوران کمزور ہاتھوں کے ذریعہ سے غالب ہوکر رہے گا۔ ہم اپنی کمزوریوں کو کیا دیکھیں ۔ ہماری نظر تو اس ہاتھ پر ہے جو ہمیں اپنے کمزور ہاتھوں کے پیچھے جنبش کرتا ہوا نظر آتا ہے ہم اپنی کم طاقتی کا خیال کیوں کریں ۔ جبکہ ہمارا توکل تو اس طاقت پر ہے جس نے دنیا کی ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ اوراحاطہ کیا ہوا ہے۔

(خطاب 9 نومبر 1965 مسجد مبارک بحوالہ الفضل 3 دسمبر 1965)

پس اے احمدیت کے جانثارو! اے خلافت احمدیہ کے پروانو! آج وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے سارے عہد و پیمان واقعی سچ کر دکھائیں۔ ہمارے اسلاف نے جونمونے دکھائے ان کو پھر تازہ کریں کہ ہم بھی تو اطاعت اور وفا کے دعووں میں ان سے پیچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا:

میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر اوراس وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ان امراض کا جو مجھے لاحق ہیں کوئی علاج نہیں پایا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے میں نے امام کو شناخت نہیں کیا مجھے کسی نے تسلی نہیں دی جب تک کہ میں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ کیا میرے جیسے اور لوگ مبتلائے امراض نہ ہونگے جو مرض مجھے لاحق ہے میں اس کی تفسیر نہ کروں گا یہاں تک کہ میں نے کبھی امام کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا مگر میں یہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اگر میری جیسی مرض کا علاج نہ ملتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ جب میں ایسی مرض کا تریاق اگر کسی کو پاتا ہوں تو وہ یہی امام ہے تو میں کیونکر کہوں کہ اور دکھوں اور امراض کا تریاق یہ نہیں ہے۔ میں اپنے جیسی استعداد اور مرتبہ کے آدمیوں کو تو کھول کھول کر بتلا دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مرض کا تو خطا نہ کرنے والا علاج پالیا ہے اور وہ یہی تریاق موجود ہے جو تم میں بیٹھا ہے اور جو اسی وعدہ الٰہی کے موافق آیا ہے جو اس نے وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا میں فرمایا ہے کوئی معجزہ۔ کوئی آیت۔ کوئی دلیل میرے لئے ضروری نہیں کیونکہ میں نے اپنی مرض پر اس تریاق کا تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ یہ وباء جو ہر ایک کو ہلاک کرتی ہے اس کا تریاق کس کے گھر اور گرہ میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو وہ کسی کو اپنے امراض کی شناخت کی توفیق دیتا ہے اور پھر اس کے علاج کو پہچاننے کی بھی توفیق بخشتا ہے۔ (خطابات نور صفحہ 15)

ہتھیلی کی لکیریں

مدثر احمد نقاش، فن لینڈ

ارے پاگل! لکیروں کو نہ اتنا معتبر سمجھو!
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم نے ہم سفر نہیں بنا
مقدر کی یہ تحریریں کسی نے بے دھیانی میں کھینچ دی ہوں گی
ہمارے ہاتھ پر شاید کسی نے غلط فہمی میں لکیریں کھینچ دی ہوں گی
مری مانو! لکیروں کو نہ اتنا معتبر سمجھو!
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ۔ چلے آؤ
محبت سے تم اپنا ہاتھ دو اک بار میرے ہاتھوں میں
ہمارے ہاتھ مل کر نئی لکیریں کھینچ سکتے ہیں
مرا وعدہ رہا تم سے اگر تم ساتھ دو میرا
ہتھیلی کی یہ تحریریں خود اپنے ہاتھ پر لکھ کر نجومی کو دکھاؤں گا۔۔ تجھے اپنا بناؤں گا
مرا ایماں نہیں ہمدم ہاتھوں کی لکیروں پر
مگر ایمانِ کامل ہے
مرے ہاتھوں کے اوپر اک مقدس ہاتھ ہے ایسا
کسی کے حق میں اٹھ جائے اگر تو پھر یقیں جانو
لکیریں خود بخود کھینچی چلی آتی ہیں ہاتھوں پر
مقدر کی بگڑتی بھی سنور جاتی ہیں تقدیریں
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم نے ہم سفر نہیں بنا
مری مانو! لکیروں کو نہ اتنا معتبر سمجھو!
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ۔ چلے آؤ
محبت سے تم اپنا ہاتھ دو اک بار میرے ہاتھوں میں
یقیں جانو! میں اپنے ہاتھ پر اربوں لکیریں کھینچ سکتا ہوں
ارے پاگل! تمہیں پانے کی خواہش میں
ہتھیلی پر لکیریں کیا میں سرسوں بیج سکتا ہوں
نجومی غلط کہتا ہے کہ مستقبل میں ہم نے ہم سفر نہیں بنا
مری مانو! لکیروں کو نہ اتنا معتبر سمجھو!
لکیروں کے جھمیلوں سے نکل آؤ۔ چلے آؤ

احیائے خلافت کی بے ثمر تحریکات

رانا عبدالرزاق خاں لندن

عصرِ حاضر اور ماضی کی ساری تحریکات کا مقصد یہ ہے کہ کچھ علماء وغیرہ سمجھتے ہیں کہ بس انہیں اقتدار واختیار دے دیا جائے تو وہ خود ہی خلافت قائم کر لیں گے۔ کئی ممالک میں کچھ سیاسی و انقلابی لیڈروں نے علماء کے جوڑ سے منصب خلافت سے انتساب چاہا مگر خائب وخاسر رہے۔ ایک سرسری جائزہ سے دنیا بھر میں قیامِ خلافت کی مختصر کوششوں کا ذکر مفید ہوگا جس سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر خدا نہ بنائے تو کوئی طاقت کسی کو خلیفہ نہیں بنا سکتی۔

1۔ واقعہ کربلا کے بعد ایک انقلابی لیڈر مختار ثقفی نے حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو امام مہدی قرار دے کر خود ان کی خلافت کا دعویٰ کیا۔

2۔ 1881ء میں سوڈان کے محمد احمد نامی لیڈر نے بعمر 33 سال مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا مشن رسوم و بدعات کے خلاف جہاد اور تُرک ومصر کی حکومتوں کا خاتمہ قرار دیا۔ تحریک تیزی سے پھیلی مگر انگریز کے ہاتھوں ہزیمت اُٹھائی۔

3۔ 1919ء میں علی برادران نے تحریک خلافت شروع کی۔ جسے گاندھی جی کی بھرپور حمایت حاصل رہی۔ مگر کامیاب نہ ہوسکی۔

4۔ معزول عثمانی خلیفہ وحیدالدین محمد نے شریف مکہ حسین کو خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کر لی تا کہ خلافت کا سلسلہ چلتا رہے جسے ابن سعود کی تحریک نے روند ڈالا۔

5۔ جنوری 1929ء میں بچہ سقہ نے کابل پر حملہ کرنے کے بعد ''امیر حبیب اللہ خان'' کا علَم بلند کیا۔ اس کو 16 رفقاء سمیت اکتوبر میں پھانسی دے دی گئی۔

6۔ گزشتہ صدی میں شاہِ مصر فاروق کے ذریعہ اسلامی قیادت قائم کرنے کی کوششیں جنرل نجیب کے ہاتھوں غارت ہوئیں۔

7۔ 1969ء میں جعفر نمیری نے علماء سے ملکر گٹھ جوڑ کر کے امام سوڈان بن کر احیائے خلافت کا خواب دیکھا جو شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

8۔ فروری 1974ء میں لاہور کی عالمی سربراہی اسلامی کانفرنس کے موقع پر شاہ فیصل کو عالمِ اسلام کا خلیفہ اور امیر المومنین بنانے کا تصور اُبھرا مگر وہ 25 مارچ 1975ء کو اپنے ایک عزیز کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔

9۔ پاکستان کے آمر ضیاء الحق نے 1979ء میں ''مردِ مومن مردِ حق'' ہو کر زکوٰۃ و عشر اور نمازوں کے قیام سے ایک خواب دیکھا مگر اس کا خواب بھی چکنا چور ہوگیا اور وہ ایک فضائی حادثے میں ہلاک ہو کر اپنے انجام کو پہنچا۔

10۔ افغانستان میں ایک عشرہ پہلے تحریک طالبان نے مُلّا عمر کو امیر المومنین قرار دیا مگر واقعہ نائن الیون نے اس معاملے کا ستیاناس کر دیا۔

11۔ پاکستان میں 1975ء میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے احیائے خلافت کی زوردار تحریک شروع کی اور مسلم ممالک کی دولتِ مشترکہ میں REVOLVING صدارت کی شکل میں اسے قابلِ عمل قرار دیا!

ع ایں خیال است ومحال است وجنوں

12۔ ماضی قریب میں متعدد ناموں سے ہندوپاکستان، کشمیر اور یورپ میں احیائے خلافت کی متعدد تحریکات شروع ہو کر دم توڑ گئیں۔

13۔ 2007ء میں جکارتہ کانفرنس انڈونیشیا کا بغرض احیائے خلافت انعقاد ہوا مگر بے سود۔

آج بھی مختلف ممالک میں احیائے خلافت کی تحریکات جنم لیتی اور ہمیشہ کے لئے مٹتی جارہی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تحریک منجانب اللہ نہیں فقط انسانی کوششیں ہیں جو کبھی بارآور نہیں ہوسکتیں۔ مکرِ انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ع

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں

الٰہی وعید کے مطابق عصر حاضر میں خلافت حقہ تو قائم ہو چکی اور ہم خدا کے فضل سے قیامِ خلافت کا 105 واں سال مناتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں اگر یہ لوگ اسے قبول نہیں کرتے تو یاد رکھیں کہ اور کوئی نظام خلافت کبھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ اسی آسمانی خلافت کے جھنڈے تلے ساری قوموں کو ایک دن پناہ لینا ہوگی جو کہ اللہ کی طرف سے نعمت اُتاری گئی ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ کی دامادی کا شرف

تحریر:۔لیفٹیننٹ کمانڈر عبدالمومن۔کراچی

مرسلہ۔امۃ الباری ناصر

میں پرائمری میں پڑھتا تھا جب میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ میرا نام شہر میں کسی اور کا نہیں ہے۔میں نے اپنے والدین سے پوچھا۔یہاں میں نے کسی کا نام عبدالمومن نہیں سُنا۔آپ نے یہ نام کیسے رکھا۔انہوں نے بتایا کہ ایک بزرگ حضرت مفتی محمد صادق صاحب 1927ء میں لوگوں کو دین حق کی تعلیم دینے مالا بار آئے تھے۔والد صاحب مولوی ای احمد (E.Ahmed) اُن سے پہلے قادیان میں مل چکے تھے۔وہ اردو جانتے تھے اس لیے گفتگو بھی ہوئی تھی۔حضرت مفتی صادق صاحب نے والد صاحب سے گھر بار بیوی بچوں کا حال پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ولادت متوقع ہے۔حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بچہ کا نام 'عبدالمومن' رکھنا اللہ تعالیٰ نے آپ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ مبارک کئے بیٹا پیدا ہوا اور نام عبدالمومن رکھا گیا۔اُس وقت کسے علم تھا کہ بطنِ مادر میں جسکا نام تجویز کر رہے ہیں وہ ایک دن اُن کا داماد بنے گا۔

قدرت نے بڑے ہو کر ملاقات اور پھر رشتہ داری کے جو سامان کئے وہ بھی بہت دلچسپ ہیں۔تقسیم ملک سے قبل Royal Indian Navy میں سیلر (Sailor) تھا 1947ء میں پاکستان بنتے ہوئے یہ رائے مانگی گئی کہ چاہے تو ہندوستان میں رہو چاہے پاکستان چلے جاؤ۔ہم مالا بار کے چند لوگوں نے پاکستان جانا پسند کیا۔ہم پاکستان آ تو گئے مگر چھٹیوں میں گھر جانا مشکل ہو گیا۔دو تین مرتبہ پندرہ پندرہ دن کے لئے گیا 1954 میں یہ بھی بند کر دیا گیا۔میں اپنے گھر کا کفیل بھی تھا والد صاحب فوت ہو چکے تھے۔میری والدہ دو بھائی اور ایک بہن سب وہاں تھے۔پاکستان میں کوئی عزیز رشتہ دار نہ تھا۔میری تعلیم صرف میٹرک تھی کمائی بھی واجبی ہی تھی۔میری عمر چھبیس سال ہو چکی تھی مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے شادی کا سوچا بھی نہ تھا۔جب حالات نے کافی پریشان کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے آگے بہت دعا کی۔اور ساری مشکلات اُس مشکل کشا کے آگے رکھ کر فریاد کی کہ ان حالات میں شادی کرنے سے مسائل حل ہو سکتے ہیں تو خود ہی بتا کہ کہاں شادی کروں یہ

1956ء کی بات ہے مجھے دعا کرتے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن ایک ٹیلی گرام ملا یہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی طرف سے تھا۔لکھا تھا "Come for marriage" شادی کے لئے آؤ۔

یہ تو مجھے یقین تھا کہ میری دعاؤں کا جواب ہے لیکن بظاہر یہ صورت کس طرح بنی غالباً اہلیہ حضرت مفتی صاحب جن کا تعلق مالا بار سے تھا میرے والدین کو جانتی تھیں انہوں نے مفتی صاحب سے ذکر کیا ہو گا۔اس ٹیلی گرام کے بعد ایک دو مبشر خواب آئے جن سے مجھے یقین ہوا کہ یہ رشتہ میرے لئے اچھا ہو گا۔اب دوسرا فکر سوار ہو گیا۔میرے پاس شادی کے لئے کوئی روپیہ پیسہ نہیں سو روپے بھی میرے پاس نہیں تھے رہائش Navy کی طرف سے مل جاتی مگر باقی اخراجات کا کیا کروں گا۔باپ سر پہ نہیں۔والدہ صاحبہ کو خرچ میں بھیجتا تھا۔مجھے پتہ تھا وہاں کچھ جمع جوڑ نہیں ہو گا۔اس بے بسی میں اللہ تعالیٰ بہت یاد آتا۔جن دنیاوی رشتوں سے آس نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا اللہ تعالیٰ کی ذات اُن سب سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔میں اپنی بے بسی کو اللہ تعالیٰ کے آگے رکھتا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔دو چار دن ہی گزرے تھے کہ کمانڈر نصیر الدین احمد (جو کہ پی این ایس شفا کے Executive Officer تھے) نے بلایا اور کہا کہ امریکہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ فارمیسی کی ٹریننگ کے لئے ایک آدمی کو بھیجنا تھا 22 لوگوں کے انٹرویو میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں منتخب ہو گیا۔میرے انتخاب کی وجہ شاید یہ ہوئی کہ میں یہی مضمون پڑھاتا تھا۔میں نے پتہ کیا کہ کیا کچھ اضافی الاؤنس بھی ملے گا مگر اُس وقت یہی معلوم ہوا کہ صرف تنخواہ ہو گی۔جس سے شادی کے اخراجات تو نہیں نکلیں گے مگر میرا مولا کریم میرے لئے سامان کر رہا تھا جانے سے دو ہفتے پہلے معلوم ہوا کہ ساڑھے چار ڈالر روزانہ الاؤنس ملے گا۔اب کچھ تسلّی ہوئی حضرت مفتی صاحب کو ٹیلی گرام سے جواب دیا کہ ایک سال کے لئے امریکہ ٹریننگ پر جا رہا ہوں واپس آ کر شادی کروں گا۔میری ساس نے کراچی آ کر نکاح فارم پر دستخط کروا لئے اور اس

سال یعنی 1956ء میں ولی کے ذریعے میرا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد مبارک میں پڑھایا، 1957ء میں تیرہ جنوری کو جب کہ میں کلاس میں بیٹھا ہوا تھا ٹیلی گرام آیا کہ حضرت مفتی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ اس بزرگ ہستی سے بحیثیت داماد ملاقات نہیں ہوسکی۔ اپنے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تُو وفات یافتہ بزرگوں سے ملانے پر قادر ہے میری آرزو پوری کردے۔ ابھی اس دعا کو تین دن ہوئے ہوں گے کہ خواب میں دیکھا امریکہ میں بہت لوگ سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور کسی اہم شخصیت کی آمد کا انتظار ہے۔ اچانک وہ شخصیت ٹی وی پر نمودار ہوتی ہے۔ ایک نوجوان لڑکا جس کی ابھی داڑھی بھی نہیں آئی تھی سکرین پر ہے اور میں نے پہچان لیا کہ وہ مفتی صاحب ہیں ساتھ ہی موٹے حروف میں لکھا ہوا نظر آیا کہ Minister of Ahmed۔ آنکھ کھل گئی تو بہت شکر کیا اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ملاقات کروادی بلکہ اُن کا مقام ومرتبہ بھی بتادیا۔

اکتوبر 1957ء میں واپسی ہوئی چھ نومبر کو شادی رکھی گئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور گئے ہوئے تھے غالباً اُن کے ارشاد پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے شمولیت فرما کر دعا کروائی۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی مصروفیات چھوڑ کر ہم جیسے معمولی لوگوں کی شادی میں تشریف لائیں گے مگر آپ کا بڑا پن دیکھئے کہ اگلے دن مبارک باد کا خط بھیجا اور لکھا کہ اگر لاہور ضروری کام کے لئے جانا نہ ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا اور میری ساس کے لئے لفافے میں 1500/- روپے بھی بھیجے جو اُس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی رقم تھی۔

شادی کے بعد میں نے اپنی ساس سے پوچھا کہ حضرت مفتی صاحب کو میرا خیال کیسے آیا یہ رشتہ کیسے ہوا؟ تسلّی کیسے ہوئی؟ آپ نے مجھے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خط لاکر دکھایا جس میں حضرت مفتی صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ ''اچھی بات ہے، میں جانتا ہوں مجھے ملنے آیا تھا لڑکا واقعی بہت نیک تھا۔''

میں حیران رہ گیا حضرت صاحب سے میری ملاقات چھ سال پہلے صرف دو تین منٹ کی ہوئی تھی اور حضور کو یاد رہ گیا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر یقین ہوگیا کہ واقعی خلفاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔

اب سمجھ میں آیا کہ یہ سب کام جو ہو رہے تھے خلیفۃ المسیح کی دعا سے ہو رہے تھے۔ میں نومبر 1949ء میں جب حضور سے ملا تھا آپ نے پوچھا تھا کیسے آنا ہوا میں نے عرض کیا کہ پاکستان بننے کے نتیجے میں ہندوستان اور خاص طور پر مالا بار کے احمدیوں کو مشکلات تو نہیں ہوں گی۔ یہ سُن کر میری طرف نظر اُٹھائی اور پوچھا تم کیا کرتے ہو؟ میں نے بتایا کہ میں پاکستان نیوی میں Sailor ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ پروموشن کہاں تک مل سکتی ہے۔ میں نے کہا لیفٹیننٹ کمانڈر تک۔

آپ نے یقیناً میرے لئے دعا کی ہوگی۔ کیونکہ اُنہیں دنوں خواب میں دیکھا کہ حضور کا خط آیا ہے جس میں لکھا ہے۔ 'ہم نے جو دعائیں تمہارے لئے کی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے قبول کی ہیں' میں لیفٹیننٹ کمانڈر تک ترقی پاکر ریٹائرڈ ہوا۔ شادی بھی اچھے گھرانے میں ہوگئی۔ میری ساس کہا کرتی تھیں کہ میں نے شادی سے بہت پہلے تمہارا نام 'فضل الٰہی' خواب میں دیکھا تھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا بھی مجھ سے بہت شفقت کا سلوک تھا میں اُن کو دعا کے لئے لکھتا رہتا۔ ان کی وفات کے بعد خواب میں اُن کو دیکھا اظہار ہوا کہ وہ ولی اللہ تھے خواب میں بھی میرے لئے دعا کی۔ ہماری شادی میں حضرت مفتی صاحب کی ایک بہن بھی شامل ہوئی تھیں۔ جو آپ کے بچپن کے حالات سُنایا کرتی تھیں۔

ربوہ کی ایک خاتون جن کو مائی رُوڑی کے نام سے سب جانتے تھے بتاتی ہیں کہ 'جس دن حضرت مفتی صاحب کی وفات ہوئی صبح اذان سے پہلے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اُن کے کچھ رفقاء گھوڑوں پر سوار ہیں اور حضرت مفتی صاحب کے گھر کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا کہ یہ حضرت مفتی صادق کا گھر ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کچھ وقت باقی ہے آگے سے ہو کر آتے ہیں' مائی رُوڑی کی آنکھ کھل گئی تو فوراً ایک بچے کو بھیجا کہ مفتی صاحب کا حال پوچھ کر آؤ لڑکے نے واپس آکر بتایا کہ اُن کی ابھی ابھی وفات ہوگئی ہے۔

شادی کے بعد میں نے اہلیہ رضیہ صادق سے پوچھا کہ کیا آپ کے ابو نے آپ کو کبھی ڈانٹا تھا تو بتایا کہ ہاں ایک دفعہ امی نے کوئی شکایت لگائی تھی تو ابا جان نے بُلا کر کہا تھا 'رضیہ ایسا مت کرو' پھر میں سارا دن روتی رہی تھی۔ میں نے رضیہ کو سمجھایا کہ دیکھو تمہارے ابا جان کی تربیت حضرت مسیح الزماںؑ نے کی تھی اس لئے وہ بے حد نرم زبان استعمال کرتے تھے۔ میری تربیت فوجی پریڈ گراؤنڈ میں ہوئی ہے وہاں نرمی سے بات کرنے والے کو نالائق سمجھا جاتا ہے۔ اب کیا بنے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری زندگی بہت اچھی گزری میرا حضرت مفتی صاحب کی بیٹی سے بیالیس سال ساتھ رہا میں نے اُسے رحم دل اور دین دار پایا۔ وہ 2000ء میں انتقال کرگئی اُس کی یاد آتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ اپنے والد صاحب اور اُن کے پیاروں کے ساتھ جگہ دے آمین۔ **اللّٰھم آمین۔**

عزیزم عبدالسلام بھٹی کی جواں سالہ مرگ☆

(وفات 30/مارچ 2014ء)

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

بے یقینی کی خبر سننے میں آئی ہے ابھی ‏ سوچتے حیرت سے ہیں، ہوتا نہیں ایسا کبھی

وسوسے اتنے تھے دل میں کچھ یقیں آتا نہ تھا ‏ خوف لیکن تھا مسلّط دل سے جو جاتا نہ تھا

تھی خبر سچی، نہ تھا اس میں مگر کوئی کلام ‏ ہو گیا رُخصت جہاں سے ناگہاں عبدالسلام

خوبرُو گبرو جواں، چپ چاپ رُخصت ہو گیا ‏ یوں لگے ہے دیکھ کر میّت کہ جیسے سو گیا

اک جواں سالہ کی میّت رونقِ بَر دوش ہے ‏ امتحاں آیا ہے کیسا اس کی کس کو ہوش ہے

چھوڑ کر ماں باپ کو بہنوں کو رُخصت ہو گیا ‏ ناگہانی مرگ کے کن دُھندلکوں میں کھو گیا

ماں کو تنہا چھوڑ کر تنہائیوں میں کھو گیا ‏ جانے والا سوچ ہی سکتا نہیں کیا ہو گیا

ماں کے دل کو کون جانے اس میں کیا کیا ہو گیا ‏ ایک تنہا لعل تھا ہاتھوں میں اپنے کھو گیا

درد میں ڈوبی ہوئی خاموشیوں کے درمیاں ‏ رنج و غم سَوزِ نہاں کی اک رقم ہے داستاں

شدّتِ جذبات سے سینہ ہر اک کچھ کہہ گیا ‏ درد وغم دل سے اُٹھا اور آنسوؤں میں بہہ گیا

ظاہری اسباب پر کیونکر کریں کچھ اعتبار ‏ تیری حکمت تُو ہی جانے کون ہوگا رازدار

موت بَرحق ہے یہی جاری ہے اِک رسمِ قدیم

ہے دعا مسکن بنے فردوس میں دارُالنعیم

☆ایک پچیس سالہ جوان عزیزم عبدالسلام جو میری بیوی زاہدہ صادق باجوہ اور ملک مسعود احمد صاحب کا بھانجا اور قمر شاہین صاحبہ کا بیٹا تھا۔ مورخہ 30/مارچ 2014ء کو اچانک Cardiac Arrest سے فوت ہوا اور ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہماری پیاری امی جان

مرحومہ ناصرہ محمود صاحبہ اہلیہ محمود احمد بشیر صاحب مرحوم سابق امیر جماعت ڈسٹرکٹ جھنگ، پاکستان

بشریٰ جمیل، ہیوسٹن

وہ محبتوں کی خُوگر، اور امن کی پجاری ✿ وہ نفیس اور مطہر وہ نظافتوں پہ واری
محفل میں جانِ محفل، طبیعت میں انکساری ✿ روشن صبیح چہرہ، دل اس سے سِوا تھا روشن
اپنے نثار ان پہ، اوروں کے دل کی پیاری ✿ الفت شعار ان کا، سنتی تھیں حال دل کا
پابندی وقت کی اور اعلیٰ تھی وضعداری ✿ سستی سے رہنا نالاں، محنت سے پیار رکھنا
کیا کیا رنگ بھر کے تھی زندگی سنواری ✿ نظیف تر قرینے، تنظیم ہر عمل میں
اللہ کے دِیں کی خدمت میں زندگی گزاری ✿ قرآں سے تھی محبت خلافت پہ تھیں وہ قرباں
چھوڑا جو اس نے ورثہ' خدایا رہے یہ جاری ✿ بدی سے بیزار رہنا، نیکی پہ جان دینا
خُوئے تزئینِ خانہ، خُوئے مہمان داری ✿ تُونے اپنے پیچھے کیا کیا ہے یاد چھوڑی
کتنوں نے تجھ سے سیکھی نسلوں کی آبیاری ✿ بچوں سے کھیلنا بھی اور دین بھی سکھانا
محمود جیسا ساتھی، اولاد ان پہ واری ✿ اللہ کا فضل ان پہ، ہم دیکھتے تھے ہر دم
پابندِ نماز و روزہ، تہجد پہ جان واری ✿ ربّ الوریٰ کی بندی، قریب بہت تھی اس کے
دی ربّ کے دَر پہ دستک، کی اس سے آہ وزاری ✿ کبھی زندگی میں ان کی، جو کٹھن مقام آیا
خدایا فیض ان کا ہم پر رہے یہ جاری ✿ دعا کا میٹھا چشمہ، وفا کا ٹھنڈا سایہ
وہ ہمیں حزیں کر کے تیری طرف سدھاری ✿ "اے میرے پیارے باری کر تُو مدد ہماری"
اشکوں سے غسل دے کر بھیجی ہے یہ سواری ✿ فردوس کے اے مالک اس کا خیال رکھنا
رحمت کی رداء ان پہ، بخشش عطا ہو باری ✿ دُنیا سے سفر کر کے تیرے حضور پہنچیں